قبہ و قبور

از قلم

سرکار سید العلماء الحاج سید علی نقی النقوی
مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ امامیہ - اردو بازار - لاہور

ہماری دیگر مطبوعات

- صحیفہ کاملہ
- خلافت و امامت
- متعہ اور اسلام
- اسوۂ حسینیؑ
- کربلا کی شیر دل خاتون
- زندگی کا حکیمانہ تصور

تاریخ اشاعت ـــــ جولائی سنہ ۱۹۶۰

ایڈیشن ـــــ دوم

تعداد ـــــ دو ہزار

مطبع ـــــ تعلیمی پریس

قیمت ـــــ ایک روپیہ صرف

ناشر ـــــ مکتبہ امامیہ۔ اردو بازار لاہور

ترتیب

پیش لفظ

ہماری پانچویں پیشکش "قبہ و قبور" حاضر خدمت ہے۔

سرکار سید العلماء دام ظلہٗ کے زمانہ طالب علمی کا ایک رسالہ "البیّنت المعمور فی عمارۃ القبور"، نجدی فتنہ کے آغاز کے زمانہ میں اس وقت کے مطبع نور المطابع وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع ہوا تھا چونکہ یہ رسالہ عرصہ سے نایاب تھا۔ اور موضوع بہر حال زندہ ہے۔ خصوصاً ماضی قریب میں سلطان ابن سعود کے دورۂ ہندوستان کے موقع پر نجدی خیالات کی یہاں کے رسائل و اخبارات میں کافی نشر و اشاعت ہوئی ہے۔ اس لئے سرکار ممدوح کی نظر ثانی اور بہت خفیف سی ترمیم کے بعد اس رسالہ کو پھر شائع کیا جاتا ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ علمی حلقوں میں ہماری اس خدمت کو شرف قبولیت بخشا جائے گا۔

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ وَآلِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاہِرِینَ۔

دنیا مختلف راستوں پر جا رہی ہے کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں تمام اہل الرائے ایک نقطہ پر جمع دکھائی دیں باوجودیکہ ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں راہ حق کا سالک ہوں مگر ایک خیال سے دوسرے خیال میں اختلاف کی وہ وسیع خلیج حائل ہے جس کی بنا پر یہ فیصلہ قطعی ہے کہ ایک ان میں سے باطل پرست اور دوسرا حق پذیر ہے۔ افسوس ہے کہ وہ نام نہاد مسلمان جو اپنے کو دین احمدی اور شریعت اسلامیہ کا پابند بتاتے ہیں، وہ احادیث نبویہ اور سیر اصحاب نبی سے اس قدر غافل ہیں کہ ان کو ہرگز متبع دین اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔ شیخ نجدی کے بہی خواہ اس وقت کس طرح سات کروڑ مسلمانانِ ہند کو اندھا بنانے چاہتے ہیں اس کو وہ شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو احادیث رسولؐ و سیرت صحابہ و تابعین سے واقف ہوا اور پھر ان مسلمان نما ہستیوں کے افعال و اقوال پر نظر کرے۔ انصاف کی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یہ طے کر لینا آسان ہے کہ ان افراد نے مذہب کو دنیا کے مقابلہ میں بہت ارزاں قیمت پر فروخت کر ڈالا ہے۔ قبوں اور عمارتوں کی جو قبور اولیا و ائمہ پر بنی ہوئی ہوں، سومناتھ اور مندروں سے تشبیہہ دی جا چکی۔ زیارت قبر نبیؐ اور روضۂ مقربین الٰہی کو بت پرستی کہا جا چکا۔ اس کے بعد دعوے یہ ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی حدیث رسولؐ و اصحاب رسولؐ بھی بتاتے ہیں روضۂ رسولؐ پر گولہ باری ہو اور مسلمان ٹھنڈے دل سے سنیں بلکہ نعرۂ تحسین و آفرین سے دل بڑھائیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن سعود کی ہمت بڑھی اور جنت البقیع کی بربادی سے مسلمانوں کا دل لہو ہو گیا۔

اس ذیل میں نجدی مسلک کے علمائے مدینہ نے جو فتوے دیا تھا وہ ہندوستان کے اخباروں میں بھی شائع ہوا۔ چنانچہ جریدۂ "حبل المتین" کلکتہ میں اس کی اصل عربی عبارت شائع ہوئی اور اس کا ترجمہ "ہدم قباب اور شریعت اسلام" کی سرخی سے اخبار "زمیندار" لاہور (مجریہ ۱۶ - جون ۲۶ء) میں شائع ہوا۔

یہ عبارت مع ترجمہ اس رسالہ میں آئندہ درج کی جائے گی۔ سردست اس کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

(۱) قبروں پر عمارت بنانا اجماعاً ممنوع ہے اور اکثر علما کے نزدیک اُن کا کھودنا واجب ہے۔ حضرت علیؑ کی حدیث کی طرف استناد کر کے جس میں آپ نے ابوالہیاج سے فرمایا ہے الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته (رواہ مسلم)

(۲) قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان میں نماز پڑھنا مطلق منع ہے اور ان پر چراغ جلانا بھی منع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے۔ لعن رسول الله زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج رواہ اهل السنن۔

(۳) قبروں سے تمسح کرنا اور اُن کے ذریعہ سے دعا مانگنا یہ بھی شرعاً ممنوع ہے۔

(۴) دعا کے وقت حجرہ نبی کی طرف منہ کرنا اور اس پر بوسہ دینا بھی ممنوع ہے۔

اس فتوے کے نیچے کم و بیش چودہ عالموں کے نام ہیں لیکن افسوس ہے کہ یہ تمام اقوال احادیث رسول و سیرت صحابہؓ و تابعین کے بالکل خلاف ہیں اور اس وقت ہم نے اسی کی توضیح کے لئے قلم اٹھایا ہے۔ امید ہے کہ تمام افراد اہل اسلام میری اس مختصر تحریر کو دیکھ کے اس امر کا یقین کر لیں گے کہ ہدم قباب اور نیز ابن سعود کے دیگر افعال سراسر تعلیم قرآن اور احادیث رسالت مآبؐ اور سیرت صحابہ کرام و تابعین عظام اور ارشادات آئمہ معصومین علیہم السلام کے خلاف ہیں۔ وعلی الله توکلت والیه انیب۔

عمارات قبور اسلامی نقطۂ نظر سے

پہلے ہم قرآن مجید سے قبور پر عمارات بنانے کا جواز ثابت کرتے ہیں پھر صدر اسلام میں سیرت اصحاب رسول و تابعین سے بناء علی القبر کو ثابت کریں گے جس کے بعد کسی مسلمان کو اس میں شک و شبہ نہیں رہنا چاہیئے

قرآن سے استدلال

سورۂ کہف میں جناب اقدس الٰہی ارشاد فرماتا ہے :-

وَقَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۔ — اور کہا۔ اُن لوگوں نے جو اُن کی بات پر غالب آئے تھے کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے

اصحاب کہف جس غار میں لیٹے ہوئے تھے۔ اس کے متعلق بادشاہ کفار اور بادشاہ مسلمین میں اختلاف ہوا۔ کفار نے کہا کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اس پر عمارت بنائیں گے اور مسلمانوں نے کہا کہ نہیں ہم ان پر مسجد کی تعمیر کریں گے۔ جناب باری نے مسلمانوں کے اس مقولہ کو کہ ہم ان پر مسجد تعمیر کریں گے بغیر کسی اعتراض کے نقل فرمایا ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ مقام مدح میں جناب احدیت نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

یہ کہنا کہ علیهم مسجدا کے معنی عندهم مسجدا کے ہیں خلاف ظاہر اور مجاز ہے اور ظاہر سے انصراف بغیر کسی داعی کے نہیں ہوسکتا اور قرینہ بھی کوئی حقیقت سے صارف نہیں ہے اب رہا یہ امر کہ بعض تفاسیر میں علی باب الکهف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دروازۂ غار کے بند کرنے کے لئے وہ مسجد بنائی گئی تھی اور اس کے مؤید عبارت تفسیر نیشاپوری کی ہے

یتنازعون بینهم تدبیر امرهم — تنازع اس میں تھی کہ ان لوگوں کی جائے قیام کیونکر

حین توفوا کیف یخفون مکان ھم وکیف یسدون الطریق الیھم ۔

مخفی کی جائے جبکہ انہوں نے انتقال کیا ہے کہ ان تک پہنچنے کا راستہ کیونکر بند کیا جائے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ علیھم مسجدا کے معنی یہ ہیں کہ خود اُن کے قبور پر عمارت بنائی جائے گی نہ یہ کہ اُن کے قریب اس لئے کہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ مقصود اس سے اُس غار کے دروازہ کا بند کرنا تھا اور اُن کی لاشوں کی حفاظت مطلوب تھی اور قریب اُس غار کے مسجد ہونے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآن میں امم سابقہ کے واقعات وحالات اسی لئے نقل کئے گئے ہیں کہ یہ امت اُن سے سبق حاصل کرے۔ مسلمانوں کی اس خواہش کو بغیر کسی ردو انکار کے ذکر کردینا اور رسالت مآبؐ کا بھی تفسیر میں اس کے متعلق کچھ تعرض نہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ مرضی الٰہی میں یہ فعل اُن کا قابل مواخذہ نہ تھا بلکہ لائق تقلید تھا۔ اب رہا اس کا اثبات کہ یہ مقولہ مسلمانوں ہی کا تھا۔ اس لئے ہر تفسیر ناطق ہے۔ ملاحظہ ہو معالم التنزیل بغوی۔

قال المسلمون بنی علیھم مسجدا یصلی فیہ الناس لرب العالمین

مسلمانوں نے کہا کہ ان پر ایک مسجد بنائیں گے جس میں لوگ پروردگار عالم کی نماز پڑھیں ۔

اور لباب التاویل خازن میں ہے ۔

قال ابن عباس فی البنیان فقال المسلمون بنی علیھم مسجدا یصلی فیہ الناس لانھم علی دیننا ۔

ابن عباس نے اس عمارت کے بارے میں جس میں اختلاف تھا کہا ہے کہ مسلمانوں نے کہا کہ ہم ان پر مسجد بنوائیں گے جس میں لوگ نماز پڑھینگے کیونکہ یہ ہمارے دین پر تھے

اور تفسیر تنویر المقباس بن عباس میں مذکور ہے ۔

قال الذین غلبوا علی امرھم علی قولھم وھم المومنون لنتخذن علیھم مسجدا الا انھم علی دیننا

ان لوگوں نے کہا جو ان کے امر یعنی انکی بات پر غالب آ گئے تھے اور وہ اہل ایمان تھے کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے کیونکہ یہ ہمارے دین پر تھے ۔

ان تمام تفاسیر سے یہ امر واضح ہوگیا کہ یہ لوگ مسلمان ہی تھے بلکہ تفسیر ابن عباس نے اُن کے ایمان پر بھی روشنی ڈالی۔ جو بنص قرآن اسلام سے بلند ہے اور علامۂ نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں رقمطراز ہیں۔

والذین غلبوا علے امرھم المسلمون وملکھم المسلم لانھم بنوا علیھم مسجدا یصلی فیہ المسلمون و

اور وہ لوگ جو اُن کی بات پر غالب آئے تھے مسلمان تھے اور مسلمان بادشاہ تھا۔ کیونکہ اُن لوگوں نے اصحاب کہف پر مسجد بنائی جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور اُن کے مکان سے برکت

یتبرکون بمکانھم وکانوا اولی بھم وبالبناء علیھم حفظا لتربتھم

حاصل کریں اور وہ اصحاب کہف انہی مسلمانوں کے حقدار تھے اور اس قابل تھے کہ اُن کی قبر پر تعمیر کی جائے اُن کی تربت کی حفاظت کے لئے ۔

علامۂ نیشاپوری کی اس عبارت کے تین فقرے ہمارے مقصود پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔

(پہلے) تبرکون بمکانھم وہ مسلمان اُن کے مکان کو متبرک سمجھتے تھے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سلف سے مطیعان الٰہی اور مسلمانوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ قبور صلحا کو معظم و متبرک سمجھتے تھے اور اس کو قبر پرستی خیال نہیں کرتے تھے ۔

(دوسرے) اصحاب کہف لائق تر تھے۔ کہ اُن پر بنا کی جائے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص صاحب مرتبہ و شرف ہو اور اس کا اہل ہو کہ اُس کی زیارت کی جائے اور اُس کی خاک مدفن کو متبرک سمجھا جائے تو اُس کے اوپر عمارت بنانا مستحسن ہے۔

(تیسرے) حفظا لتربتھم معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت تربت ضروری امر ہے اور اس کا واحد طریقہ قبروں پر عمارت بنانا ہے نہ یہ کہ جو عمارتیں بنی ہوں اُن کا کھود ڈالنا جیسا کہ ابن سعود کا شیوہ ہے ؟

فعل رسولؐ

غالباً اس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا کہ جس طرح کلام نبی حجّت ہے اُسی طرح فعل نبی بھی حجّت ہے اگر ہم فعل نبی سے عمارت قبر کو ثابت کردیں تو جائے کلام باقی نہیں رہ سکتی ۔

(۱) سید نورالدین سمہودی شافعی کتاب وفاءُ الاخبار دار المصطفےٰ میں لکھتے ہیں۔

عن محمد بن قدامۃ عن ابیہ عن جدہ قال لما دفن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان بن مظعون امر بالحجر فوضع عند راسہ قال قدامۃ

محمد بن قدامہ نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جب رسولؐ نے عثمان بن مظعون کو دفن کیا تو ایک پتھر منگوایا اور قبر کے سرہانے رکھ دیا قدامہ نے کہا ہے کہ ایک عرصہ کے بعد جو بقیع میں دیکھا

فلمّا صفق لبقیع وجد نا ذلك الحجر فعرفنا انه قبر عثمان بن مظعون قال عبد العزیز بن مروان و سمعت بعض النّاس یقول کان عند راس عثمان بن مظعون و رجلیه حجران ۔

گیا تو ہم نے اُس پتھر کو رکھے ہوئے پایا تو پہچان لیا ۔ کہ یہ قبر عثمان بن مظعون کی ہے ۔ عبد العزیز بن مروان نے کہا ہے ۔ کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عثمان بن مظعون کے سرہانے اور پائیں یا دو پتھر تھے ۔

سمجھنے کے قابل بات یہ ہے کہ رسالت مآبؐ نے پتھر قبر پر کیوں رکھا تھا ظاہر ہے کہ اسی لئے کہ تاکہ لوگ اُس پتھر کی وجہ سے پہچان سکیں اور نشان قبر نہ مٹے اور زیارت کرنے کا وسیلہ باقی رہے ان اغراض کے پورا کرنے کے لئے پتھر سے زیادہ قبہ یا کوئی عمارت مفید ہے لہٰذا اُس کا استحسان بدرجۂ اولیٰ فعل رسول سے ثابت ہوتا ہے ۔ دوسرا امر یہ ہے کہ رسالت مآبؐ نے پتھر اس لئے رکھا کہ نشان قبر باقی رہے اور لوگ زیارت کو آ سکیں ۔ معلوم ہوا کہ زیارت مستحسن ہے اس سے اُن امت والوں کا اتباع رسول واضح ہوتا ہے جو زیارت قبر کو قبر پرستی سے تعبیر کرتے ہیں اور بظاہر قبوں کا انہدام اسی لئے ہے کہ لوگ زیارت کو نہ جا سکیں ۔ یہ ہے معارضہ رسولؐ ان الّذین یحادّون اللہ و رسوله اولئك فی الاذلین ۔

(۲) اسی وفاء الوفاء میں مذکور ہے ۔

روی ابن زبالة عن سعید بن محمد بن جبیر انه رائی قبر ابراهیم عند الزوراء قال عبد العزیز بن محمد وهی الدار التی صارت لمحمد بن زید بن علی ۔

ابن زبالہ نے سعید بن محمد بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابراہیم کی قبر کو زوراء کے پاس دیکھا عبد العزیز بن محمد نے کہا ہے کہ یہ وہی گھر ہے جو محمد بن زید بن علی کی طرف منتقل ہوا تھا ۔

معلوم ہوا کہ قبر رسالت مآبؐ کے فرزند حضرت ابراہیم کی اُس گھر میں تھی جو بعد میں ملکیت محمد بن زید بن علی کی ہوا ۔ اگر قبر پر عمارت کا ہونا یا سایہ ہونا قبر پر ناجائز تو رسالت مآبؐ اپنے فرزند کو گھر کے اندر کیوں دفن کرتے ۔ گھر میں دفن کرنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ قبر پر عمارت ہونے میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے اگر قبر صحن خانہ میں ہو تو بھی اگر تظلیل اور سایہ میں قبر کرنے کا جواز نہ ثابت ہوگا مگر گرد قبر کے چار دیواری اور عمارت ہونے کا جواز ضرور ثابت

ہوگا اور ظاہر ہے کہ عمارت قبر پر یوں نہیں ہوتی کہ خود قبر پر دیوار یا کوئی بنیاد قائم کی جائے بلکہ حول القبر یعنی قبر کے گرد عمارت ہوا کرتی ہے اور اُس کا جواز ثابت ہوگیا ۔ بحمد اللہ فعل رسالتمآبؐ سے جواز بناء علی القبر ثابت ہوگیا ۔ اب ملاحظہ ہو سیرت بضعۃ الرسول وفاء الوفاء میں منقول ہے ۔

عن ابی جعفرؑ ان فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله وسلم کانت تزورُ قبر حمزة رضی اللہ تعالےٰ عنهُ ترمه و تصلحه وقد تعلّمته بحجر ۔

امام ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ بنت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم زیارت قبر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور اس قبر کی مرمت کیا کرتی تھیں اور آپ نے اسکی شناخت ایک پتھر کو قرار دیا تھا ۔

علاوہ اس امر کے کہ اس حدیث سے زیارت کا رجحان ثابت ہوتا ہے اور اُن لوگوں کے قول کی رد ہوتی ہے جو زیارت قبر کو قبر پرستی سمجھتے ہیں اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبر کی مرمت و اصلاح کرتے رہنا ضروری ہے تاکہ کسی بزرگ دین کا نشان قبر نہ مٹ جائے جب حفاظت قبر مستحسن شے ہے تو قبہ جو حفاظت قبر کا بہترین ذریعہ ہے قطعاً مستحسن ہے اور سیدۂ عالم کا فعل یقیناً قابل اتباع ہے اس لئے کہ با جماع امت یہ معظمہ آیہ تطہیر میں داخل ہیں اور علمائے امت نے یہ طے کیا ہے کہ یہ معصومہ مریم و آسیہ سے افضل تھیں ۔ چنانچہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ۔

بشرها فی مرض موته بانّها سیّدة نساء اهل الجنة ای من اهل هذه الامّة المحمدیة وقد ثبت افضلیة هذه الامّة علی غیرها فتکون فاطمة علی هذا افضل من مریم و اسیة ۔

رسالتمآبؐ نے اُن معظمہ کو اپنے مرض موت میں بشارت دی کہ وہ سردار زنان اہل بہشت ہیں یعنی اس امت رسول میں سے اور یہ ثابت ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے ۔ لہٰذا بنا بر اس کے جناب فاطمہ زہراؑ مریم و آسیہ سے افضل ہیں ۔

اور مریم کی نبوت کا بعض علمائے نے دعویٰ کیا ہے لہٰذا جناب سیّدہ اُن سے افضل ہوئیں تو فعل کا متبع ہونا ظاہر ہے ۔

فعل اُمّ المومنینؓ

حضرت عائشہ کے فعل سے قبر پر عمارت بننا ثابت ہے چنانچہ صاحب وفاء الوفاء لکھتے ہیں ۔

عن المطلب قال کانوا یاخذون من تراب القبر فامرت عائشة بجدار فضرب علیهم وکان فی الجدار کوة فکانوا یاخذون منها فامرت بالکوة فسدت۔

مطلب سے روایت ہے، کہ لوگ قبر رسول کی مٹی لے جایا کرتے تھے لہٰذا حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ ایک دیوار بنادی جائے وہ رسالتمآبؐ اور شیخین کے قبور پر بنادی گئی اور دیوار میں ایک موکھا تھا لوگ اُس سے مٹی لیجایا کرتے تھے حضرت عائشہ کے حکم سے وہ بھی بند کردیا گیا۔

فعل اصحاب

میں اس مقام پر اُن اخبار کے نقل سے قطع نظر کرتا ہوں جو خیمہ یا سراپردہ کے قبر پر قیام کے متعلق ہیں۔ اس وجہ سے بحث بناء علی القبور کے جواز و عدم وجواز میں ہے اور قبر پر خیمہ لگانا عمارت بنانے سے ایک جداگانہ امر سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی لئے میں اُن اخبار کو پیش نہیں کرنا چاہتا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بن امام حسنؑ کی قبر پر اُن کی زوجہ نے خیمہ نصب کیا تھا۔ اس لئے کہ وہاں قبہ سے مراد خیمہ ہے جیسا کہ بعض شارحین خبر نے تصریح کی ہے اگرچہ اُن لوگوں کا جواب دینے کے لئے یہ بھی کافی ہے جو مطلق تظلیل یعنی سایہ میں قبر کرنے کو ممنوع کہتے ہیں اس لئے کہ ان اخبار بنائے خیمہ تظلیل کا جواز تو ثابت ہوسکتا ہے مگر قبر پر عمارت کا ہونا بھی فعل اصحاب رسول سے کئی وجہوں سے ثابت ہے۔

(۱) اگر قبر پر عمارت کا ہونا ممنوع ہوتا تو اصحاب رسول رسالتمآبؐ کو حجرۂ ام المومنین حضرت عائشہ میں نہ دفن کرتے۔ جو باتفاق علماء وارباب تواریخ مسقف تھا خصوصاً حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کیونکر ایسے امر نامشروع کو گوارہ فرماسکتے تھے حالانکہ بقول حامیان ابن سعود کے انہی کو رسالت مآبؐ نے قبروں کی عمارتیں گرانے کو بھیجا تھا۔ یہ فعل تمام اصحاب رسول کا جن میں سواد اعظم کے مسلمہ خلفائے راشدین بھی داخل ہیں اس بات کی دلیل قوی ہے کہ یہ تمام حضرات طے کئے ہوئے تھے کہ عمارت کے نیچے قبر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ یہ امر کہ رسالت مآبؐ کی قبر حجرہ میں تھی کہ جو مسقف تھا لائق انکار نہیں ہے۔ مگر زیادتی توضیح کے لئے یہ روایت بھی ملاحظہ ہو۔

الذسان العیون میں علی بن برہان الدین شافعی محدث نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں سخت قحط سالی ہوئی جس سے اہل مدینہ بہت پریشان ہوئے۔ ام المومنین عائشہ نے کہا کہ قبر رسولؐ پر جو سقف ہے اُس میں ایک سوراخ کردو۔ اس طرح کہ آسمان اور قبر میں کوئی حائل نہ رہے۔ جب ایسا کیا گیا تو اُس روز اتنی بارش ہوئی کہ اہل مدینہ سیراب ہوگئے اور زراعتیں سرسبز و شاداب ہوگئیں۔

وفاء الوفاء الاخبار دار المصطفےٰ میں ہے۔

روی عن زید بن السائب قال اخبرنی جدی قال لما حفر عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فی دارہ بئرا وقع علے حجر منقوش مکتوب فیہ قبر ام حبیبة بنت صخر بن حرب فدفن عقیل البئر وبنی علیہ بیتا قال ابن السائب فدخلت ذلك البیت فرأیت فیہ ذلك القبر۔

زید بن سائب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جب عقیل بن حضرت ابوطالبؑ نے گھر میں کنواں کھودا تو ایک پتھر تک پہنچے جس میں یہ عبارت کندہ تھی کہ یہ قبر ام حبیبہ دختر صخر بن حرب کی ہے عقیل نے کنویں کو پاٹ دیا۔ اور اس کے اوپر ایک گھر بنوا دیا ابن سائب نے کہا ہے کہ میں اس گھر کے اندر گیا تو میں نے اس قبر کو دیکھا۔

عقیل بن ابوطالبؑ کا فعل قبر پر عمارت بنانے کو بتلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جناب عقیل صحابی رسول تھے۔ رسالت مآبؐ اُن سے خاص محبت رکھتے تھے۔ دیکھو عمدۃ الطالب جمال الدین (ابن عقبہ داؤدی)

عقیل بن ابی طالب ویکنی بابیزید وکان ابو طالب یحبہ حبا ولذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انی لاحبك حبین حبالك وحبا لحب ابی طالبؑ۔

عقیل بن ابوطالبؑ کی کنیت ابویزید تھی اور ابوطالبؑ کو بہت چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ میں تم کو دو جہتوں سے دوست رکھتا ہوں ایک محبت تمہاری خیال سے دوسرے بسبب محبت ابوطالب کے۔

عہد تابعین کرام یا صدر اسلام

جبکہ ہم فعل رسولؐ، سیرت بضعۃ رسول سیدۂ نساء جنت اور فعل صحابہ سے بناء علی القبر کا جواز ثابت کرچکے تو اب زمانۂ تابعین میں کہ جو صدر اسلام کہے جانے کا مستحق ہے پہلی یا

دوسری صدی ہجری میں قبہ کا وجود اور قبر پر عمارت بننا ثابت کرتے ہیں۔

(۱) علامہ سمہودی وفاء الوفاء میں لکھتے ہیں۔

اما قبر فاطمة بنت اسد ام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالے عنہما فان عبد العزیز حدث وذکر سندہ الی محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالے عنہما قال لمّا استقر فاطمة وعلم بذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا توفیت فاعلمونی فلما توفیت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بقبرہا فحفر فی موضع المسجد الذی یقال لہ الیوم قبر فاطمة ثمّ لہا لحد اولم یضرح لہا ضریحا فلما فرغ منہ نزل فاضطجع فی اللحد وقرأ فیہ القرآن ثم نزع قمیصہ فامر ان تکفن فیہ ثم علیہا عند قبرہا فکبّر تسعا وقال ما اعفی احد من ضغطة القبر الا فاطمة بنت اسد قیل یا رسول اللہ ولا القاسم قال ولا ابراہیم وکان ابراہیم اصغرہما۔

قبر فاطمہ بنت اسد مادر حضرت علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں یہ ہے کہ عبد العزیز نے بسند متصل محمد حنفیہ سے نقل کیا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا وقت وفات قریب آیا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ جب انتقال ہو جائے تو مجھ کو خبر کرنا۔ جب انتقال ہو گیا تو حضرت تشریف لائے اور قبر کھودنے کا حکم دیا۔ قبر اسی مسجد کی جگہ کھودی گئی جس کو آج قبر فاطمہ کہتے ہیں۔ پھر آپ نے لحد بنوائی لیکن ضریح نہیں بنائی گئی۔ جب فراغت قبر سے ہو گئی۔ تو رسالتمآب قبر میں اترے اور لحد میں لیٹے اور تلاوت قرآن فرمائی۔ پھر اپنی قمیص اتاری اور حکم دیا کہ اس میں کفن دیا جائے۔ پھر قبر کے قریب نماز جنازہ پڑھی اور ۹ تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ سوائے فاطمہ بنت اسد کے کوئی شخص فشار قبر سے محفوظ نہیں رہا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ حتی کہ قاسم بھی نہیں بچے۔ فرمایا کہ ابراہیم تک محفوظ نہیں رہے حالانکہ ابراہیم قاسم سے چھوٹے تھے

صاحب وفاء الوفاء اس خبر کے نقل کے بعد اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں۔

قلت وقولہ فی موضع المسجد الی آخرہ یقتضی انہ کان علی قبرہا مسجد یعرف بہ فی ذالک الزمان۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قول کہ مسجد کی جگہ پر قبر کھودی گئی۔ اس بات کو بتلاتا ہے کہ اس زمانہ میں فاطمہ بنت اسد کی قبر پر کوئی مسجد بنی ہوئی تھی جس سے شہرت تھی۔

اب میں ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ یہ روایت محمد حنفیہ سے ہے اور محمد حنفیہ کی وفات ۸۱ھ میں ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ۸۱ھ کے قبل فاطمہ بنت اسد کی قبر پر مسجد تعمیر ہو گئی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ وہ عہد ہے جس میں تابعین سے قطع نظر کرتے ہوئے بعض اصحاب بھی موجود تھے لیکن کسی کا برا سمجھنا یا اس بات کو روکنا ثابت نہیں۔

(۲) صحیح بخاری باب قبر النبی والشیخین ملاحظہ ہو۔

عن ہشام بن عروة عن ابیہ قال لمّا سقط علیہم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذوا فی بنائہ فبدت لہم قدم ففزعوا وظنوا انہا قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فما وجدوا احد العلم ذلک حتی قال لہم عروة لا واللہ ماہی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہی الا قدم عمر۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ جب عمارت قبر رسولؐ کی دیوار زمانہ ولید بن عبد الملک میں گری تو مسلمانوں نے اس کی تعمیر شروع کی۔ اثنائے تعمیر میں ایک قدم ظاہر ہوا سب بہت خوفزدہ ہوئے اور خیال کیا کہ یہ پائے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے مگر کوئی نہ ملا جو پہچان سکتا۔ یہاں تک کہ عروہ نے کہا نہیں بخدا یہ رسالتمآبؐ کا پاؤں نہیں ہے ہو نہ ہو یہ عمر کا پیر ہے۔

تاریخ الخلفائ سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن عبد الملک کا زمان خلافت ۸۶ھ سے ۹۶ھ تک تھا یہ امر قابل غور ہے کہ اگر تعمیر قبر پر حرام ہوتی تو مسلمان ایک مرتبہ عمارت کے گر جانے کو غنیمت سمجھتے پھر کبھی اس کو نہ بناتے۔ حالانکہ پھر تعمیر کی اور کسی نے انکار نہ کیا۔

(۳) علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ میں امام محمد باقرؑ کے حالات میں لکھتے ہیں

توفی سنة مایة وسبع عشرة من ثمان وخمسین سنة مسموما کابیہ وامہ بنت عم ابیہ الحسن رضی اللہ عنہم وہو علوی من ابیہ وامہ ودفن ایضا بجنب ابیہ فی قبة الحسن والعباس بالبقیع۔

۱۱۷ھ میں اٹھاون برس کی عمر میں مثل اپنے پدر بزرگوار کے زہر دغا سے شہید ہوئے اور ماں آپ کی آپ کے والد کے چچا امام حسنؑ کی صاحبزادی تھیں آپ ماں باپ دونوں کی طرف سے علوی تھے اور آپ بھی اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں قبہ امام حسن وعباس میں دفن ہوئے جو بقیع میں تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۱۷ھ تک قبۂ امام حسن و روضۂ عباس بن عبد المطلب رض تعمیر ہو چکا تھا اور امام جعفر صادق ع کے حال میں لکھتے ہیں۔

توفی سنۃ اربع و ثمانین و مائۃ مسموما ایضا کابیہ و عمرہ ثمان و ستون سنۃ و دفن بالقبۃ المذکورۃ فیالہم من قبۃ ما اکرمہا وابرکہا واشرفہا

۱۸۴ھ میں زہر دغا سے مثل اپنے والد بزرگوار کے وفات پائی اور عمر آپ کی اڑسٹھ برس کی تھی اور اسی قبہ میں دفن ہوئے کیا کہنا اس قبہ کا کتنا بزرگ مرتبہ و متبرک اور باشرف قبہ ہے

اگرچہ سابق کی عبارت کے بعد اس عبارت کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ جب ۱۱۷ھ تک وجود قبہ ثابت ہو چکا تو اب ۱۸۴ھ میں ثابت کرنا تحصیل حاصل ہے لیکن یہ عبارت میں نے صرف آخری فقرات پر ناظرین کو مطلع کرنے کے لئے نقل کی فیالہم من قبۃ ما اکرامہا وابرکہا و اشرفہا واضح ہوا۔ کہ قبور کی برکت قبوں میں سرایت کر آتی ہے اور وہ بھی متبرک و مکرم اور قابل تعظیم ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا گرانا یقیناً اس قبر کی توہین ہے جس پر قبہ بنا ہوا ہے افسوس ہے کہ اس قبہ کو ابن سعود نے تباہ و برباد کر دیا۔

(۴) وفاء الوفا میں ہے۔

قال عبد العزیز والغالب عندنا ان مصعب بن عمیر و عبد اللہ بن جحش دفنا تحت المسجد الذی بنی علی قبر حمزۃ۔

عبد العزیز نے کہا ہے کہ غالب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن جحش اس مسجد کے نیچے دفن ہوئے ہیں جو قبر حمزہ پر بنی ہوئی ہے۔

عبد العزیز دوسری صدی ہجری کے شخص ہیں۔ لہٰذا دوسری صدی میں قبر حمزہ پر مسجد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحبِ وفاء الوفا نے اس کے چند ورق قبل لکھا ہے۔

وسیاتی فی الفصل الذی بعدہ عند ذکر قبر حمزۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عن عبد العزیز بن مروان انہ کان علی قبر حمزۃ قدیما مسجد و ذالک فی المائۃ الثانیۃ

عنقریب اس کے بعد والی فصل میں قبر حمزہ کے تذکرہ عبد العزیز بن مروان سے نقل ہوگا۔ کہ حمزہ کی قبر کے اوپر قدیم زمانہ سے ایک مسجد تھی اور یہ دوسری صدی کا ذکر ہے۔

خدا کا شکر کہ ان تمام عبارتوں سے مثل آفتاب نصف النہار کے قبر پر عمارت کا استحقاق ثابت ہو گیا۔ ناظرین اگر غور کریں گے تو معلوم ہوگا۔ کہ فعل رسول اور سیرت سیدۃ النساء اور فعل صحابہ و تابعین ہر ایک اپنے مقام پر بناء علی القبر کا جواز ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اجماع مسلمین

جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں حالات متوکل کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

وفی سنۃ ست وثلثین امر بھدم قبر الحسین و ھدم ما حولہ من الدور وان یعمل مزارع و منع الناس من زیارتہ وخرب وبقی صحراء وکان المتوکل معروفا بالنصب فتالم المسلمون من ذلک وکتب اھل بغداد شتمہ علی الحیطان والمساجد وھجاہ الشعراء فمما قیل فی ذالک (شعر)

اور ۲۳۶ھ میں متوکل نے قبر امام حسین ع کے گرانے کا اور ان کے گھروں کے انہدام کا جو اس کے گرد تھے حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہاں زراعت کی جائے اور لوگوں کو زیارت سے منع کیا اور وہ جگہ ویران ہو گئی اور جنگل ہو گیا اور متوکل ناصبیت میں مشہور تھا۔ تمام مسلمانوں کو اس سے بہت اذیت ہوئی اور اہل بغداد نے اس کی برائیاں دیواروں اور مسجدوں پر لکھیں اور شعراء نے اس کی ہجو کی منجملہ ان اشعار کے چند شعر یہ ہیں۔

باللہ ان کانت امیۃ قد اتت
قتل ابن بنت نبیہا مظلوما
فلقد اتاہ بنو ابیہ بمثلہ
ھذا لعمری قبرہ مھدوما
اسفوا علی ان لا یکونوا شارکوا
فی قتلہ فتتبعوہ رمیما

"بخدا اگر بنی امیہ نے اپنے نبی
کے نواسے کو مظلوم قتل کیا
تو ان کے قرابت داروں (بنی عباس) نے
بھی ویسا ہی ظلم کیا۔ دیکھو یہ کیا قبر حسین ع
گری ہوئی ہے ان لوگوں کو افسوس تھا کہ حسین ع کے قتل میں شریک
ہوئے لہٰذا اس کا بدلہ بوسیدہ ہڈیوں سے لے لیا۔

اس عبارت میں فتالم المسلمون من ذلک کا فقرہ ہمارے موضوع قلم سے خاص مناسبت رکھتا ہے المسلمون پر الف لام استغراق کا ہے جو مفید عموم ہے مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں

کو اس فعل سے سخت ایذا ہوئی معلوم ہوا۔ کہ تمام مسلمان قبر پر عمارت ہونے کے استحسان کو طے کئے ہوئے تھے بلکہ جو شخص اُس کی مخالفت کرے اُس کو ناصبی سمجھتے تھے۔

(۲) وفاء الوفاء میں ہے کہ ولید بن عبد الملک نے جب ازواج نبی کے حجرہ خرید کئے ہیں تو عمر بن عبد العزیز کو حکم دیا۔ کہ ان کو گرا کے مسجد کو وسیع کردو۔ عمر بن عبد العزیز نے اُن کے گرانے کا حکم دیا۔ اُس دن مدینہ میں کہرام تھا اور اس روز سے زیادہ گریہ کناں لوگ کبھی نہیں دکھائی دیئے۔ پھر عمر بن عبد العزیز نے عمارت قبر رسولؐ کو دوسرے طریقہ پر بنا دیا۔ اس خبر سے معلوم ہوا۔ کہ مسلمانان مدینہ پر عمارت قبر رسول گرانے کا اگرچہ وہ بقصد اصلاح ہی ہو اتنا اثر تھا کہ ہر شخص فغان و شیون کر رہا تھا۔ اگر مسلمان حرمت بناء علی القبر کو طے کئے ہوتے تو خوشی کا مقام تھا نہ رونے اور غم کرنے کا۔

قبہ کا احترام

اب صرف مجھے اس امر کا ثابت کرنا ہے کہ نظر علما میں قبہ محترم بھی ہے اور متبرک چیز ہے اس مطلب کے واضح کرنے لئے میں چند عبارتیں ہدیہ انظار کرتا ہوں علاوہ اس کے کہ سابق کی بھی بعض عبارتیں اس مطلب کے ثابت کرنے میں حصہ لے رہی ہیں جس کی طرف میں نے جابجا اشارہ کر دیا ہے مگر اس موقع پر کچھ زیادہ کہنا چاہتا ہوں

(۱) فتاوے عالمگیری میں آداب زیارت رسالت مآبؐ میں لکھا ہے۔

فلیتوجه الی قبره صلعم فیقف عند راسه۔

متوجہ ہونا چاہیئے قبر رسالتمآبؐ کی طرف اور اس کے سرہانے کھڑا ہو۔

اس کے بعد آداب لکھتے لکھتے رقمطراز ہیں

ولا وضع یده الی جدار التربة فهو هیبب واعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلوٰة ویمثل صورته الکریم البهیة کانه قائم فی الحد ه عالم به یسمع کلامه کذا فی

ہاتھ اپنا دیوار روضہ پر نہ ٹیکنا چاہیئے کیونکہ یہی زیادہ ہیبت اور عظمت واحترام کی شان ہے اور اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضرت کی صورت کو اپنے پیش نظر کرے کہ گویا وہ حضرت قبر میں آرام فرما رہے ہیں اور سب کے کلام کو سن رہے ہیں اور

الاختیار شرح المختار۔

اس پر مطلع ہو رہے ہیں یہی اختیار شرح مختار میں مذکور ہے

میں اس فقرہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہاتھ دیوار پر نہ ٹیکنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خلاف احترام ہے۔ معلوم ہوا کہ دیوار عمارت قبر اور روضہ کس حد تک محترم ہے بھلا ایک ناجائز شے کا بھی کیا اتنا احترام ہو سکتا ہے۔ پھر کہاں تو یہ حکم کہ فلیتوجه الی قبره اور کہاں علمائے مدینہ کا یہ فتوے کہ حجرۂ کی طرف منہ کرنا ممنوع ہے۔

(۲) سید نور الدین سمہودی وفاء الوفاء میں آداب زیارت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ومنها ادامة النظر الی الحجرة الشریفة فانه عبادة قیاسا علی الکعبة المعظمة کما قاله المجد قال فینبغی لمن کان بالمدینة ادامة ذلك اذ کان فی المسجد وادامة النظر الی لقبته الشریفة اذا کان خارجه مع المهابة والحضور

منجملہ آداب کے برابر حجرۂ شریفہ پر نظر رکھنا ہے کیونکہ یہ عبادت ہے مکہ معظمہ پر قیاس کر کے مجد نے کہا ہے اور کہا ہے کہ اس شخص کو چاہیئے جو مدینہ میں ہو حجرہ پر نظر رکھنا اگر مسجد میں ہو اور قبہ شریفہ پر نظر رکھے اگر مسجد سے باہر ہو۔ ہیبت اور حضور قلب کے ساتھ ساتھ۔

کہاں تو محققین کا یہ ارشاد کہ حجرہ پر نظر کرنا عبادت ہے بلکہ اگر مسجد سے خارج ہو۔ تو قبہ پر نظر ڈالنا مستحب ہے اور بمنزلۂ عبادت ہے اور کہاں ان نجدی پرستوں کا یہ قول کہ قبہ کا بنانا بدعت ہے بلکہ قبوں کا گرانا واجب ہے ؎

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

(۳) دلائل الخیرات میں روضۂ رسالت مآبؐ کی تصویر ہے اور لکھا ہے کہ هذه صفة الروضة المبارکة التی دفن فیها رسول اللّٰه وصاحباه ابوبکر وعمر رضی اللّٰه تعالےٰ عنهم روضة النبی هکذا۔ اور روضۂ نبی کی تصویر میں قبہ حضرت عثمان کی تصویر بھی نقل کی ہے اور شارح دلائل الخیرات نے مزرع الحسنات میں اس کے تحت میں لکھا ہے تنبیہ در ذکر شکل قبور شریفہ درینجا فائدہ آنست کہ زیارت کند ایں مثال را کسیکہ قدرت نیافتہ است بزیارت عین روضۂ مقدسہ ومشاہدہ بکند ایں شکل مبارک را محب ومشتاق وبوسہ زند براں از غایت محبت وبیفزاید شوق خود را واکثر بزرگان برائے ایں شکل مبارک خواص و

برکات بسیار ذکر کردہ اند و تجربہ آوردہ اند"

(۴) قبہ کے احترام کی یہ انتہا ہے کہ اولیاء و مقربین خدا کے قبوں کے متعلق علمائے اسلام نے کرامات ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ شعرانی لواقح الانوار میں محی الدین بن عربی کے ذکر میں تحریر کرتے ہیں۔

وقد بنی علیه قبة عظیمة وتکیة شریفة بالشام فیها طعام وخیرات واحتاج الی الحضور عنده من کان ینکر علیه من القاصرین بعد ان کانوا یبولون علی قبره رضی الله عنه واخبرنی اخی الشیخ الصالح الحاج احمد الحلبی انه کان له بیت یشرف علی ضریح الشیخ محی الدین فجاء شخص من المنکرین بعد صلوة العشاء بناء یرید ان یحرق تابوت الشیخ فخسف به دون القبر بسبعة اذرع فغاب فی الارض وانا انظر وفقده اهله من تلک اللیلة فاخبرتهم بالقصة فجاء وا وحفروا فوجدوا رأسه فکلما حفروا انزل وغار فی الارض الی ان عجزوا وردموا علیه التراب

ان کی قبر پر ایک عظیم قبہ شام میں تعمیر ہو گیا ہے کہ جس میں طعام و خیرات تقسیم کیا جاتا ہے اور اس قبر پر حاضر ہونے کے لئے وہ تنگ نظر لوگ بھی مجبور ہوئے جو ان کی قدر و منزلت کے منکر تھے بعد اس کے کہ وہ لوگ ان کی قبر پر پیشاب کرتے تھے اور مجھ سے میرے برادر اسلامی شیخ حاجی احمد حلبی نے تذکرہ کیا ہے کہ ان کا گھر شیخ محی الدین کی ضریح کے قریب تھا۔ ایک شخص مخالفین میں سے بعد نماز عشاء کے آگ لئے ہوئے آیا اور وہ چاہتا تھا کہ شیخ کے تابوت کو جلا دے بس وہ قبر تک پہنچنے سے تو ہاتھ پہلے ہی زمین میں دھنس گیا اور غائب ہو گیا میرے دیکھتے دیکھتے جب ان کے اہل و عیال نے اس شب نہ پایا اور ڈھونڈھنا شروع کیا تو میں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا وہ لوگ آئے اور کھودنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے سر کو پا لیا بس وہ جتنا کھودتے جاتے تھے وہ اتر جاتا تھا یہاں تک کہ عاجز آگئے اور مٹی سے پاٹ دیا

اس سے بڑھ کے قبہ کی عظمت کیا ہوگی جو اس عبارت سے معلوم ہوئی۔

تعمیر قبہ کے فوائد شرعیہ

اب میں اس مطلب پر اجمالاً بحث کرنا چاہتا ہوں کہ قبہ کی تعمیر میں شرعی نقطۂ نظر

سے کیا کیا فوائد ہیں اور اس کے انہدام میں کن کن منافع مقصودہ شارع کی تقویت یا اضمحلال ہے۔

(الف) زیارت قبور جو قول و فعل رسول و اصحاب رسول سے ثابت ہے۔ علماء امت کا تقریباً اجماع ہے اس مسئلہ پر کہ قبور انبیاء و علماء و صلحا کی زیارت مستحسن ہے اور شارع کی جانب سے مندوب ہے کہ اگر قبر پر کوئی امتیازی شان نہ ہوگی اور نشان قبر مٹ جائے گا تو اس شخص کی زیارت نہیں کی جا سکتی جو یقیناً مقصود شریعت کے خلاف ہے اب چند عبارتیں زیارت قبور کی مندوبیت و استحباب میں ملاحظہ ہوں۔

(۱) زکریا انصاری تحفۃ الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔

باب زیارة القبور ای مشروعیتها وهی مندوبة للرجال لخبر مسلم کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها واما النساء والخناثی فمکروهة فی حقهم وهذا فی زیارة قبر غیر النبی اما زیارة قبره فتندب لهما کالرجال ومثله قبور سائر الانبیاء والعلماء والصلحاء والاولیاء

یہ باب زیارت قبور یعنی اس کی مشروعیت کے متعلق ہے زیارت مردوں کیلئے مندوب ہے۔ صحیح مسلم کی خبر ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے میں نے تم کو روکا تھا زیارت قبور سے مگر اب تم زیارت قبور کیا کرو۔ اب رہیں عورتیں اور خنثی ان کے لئے مکروہ ہے لیکن یہ کراہت غیر نبی کی زیارت قبر میں ہے مگر زیارت قبر نبی عورتوں اور خنثی کے لئے بھی اسی طرح مندوب ہے جیسے مردوں کیلئے اور قبر نبی ہی کے حکم میں تمام انبیا علماء و صلحاء و اولیا کی قبریں شامل ہیں

اس سے ثابت ہوا کہ زیارت قبور مندوب ہے اور عورتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

(۲) علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں تحریر کرتے ہیں

تستحب زیارة قبور المسلمین للرجال لحدیث مسلم کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تذکر الاخرة وسئل مالک عن زیارة القبور فقال قد کان نهی عنه ثم اذن فیه فلو فعل ذلک

مسلمانوں کے قبروں کی زیارت مردوں کیلئے مستحب ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ مگر اب تم زیارت قبور کرو کیونکہ یہ باعث یاد آخرت ہے اور امام مالک سے زیارت قبور کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے کہا کہ رسالتمآب نے پہلے اس سے ممانعت فرمائی

انسان ولم یقل الا خیرا لم ار بذلك باسا۔

تھی مگر اجازت دیدی تو اگر کوئی شخص ایسا کرے اور کوئی قول بد نہ کہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

پھر اس حکم کے بیان کرنے کے بعد کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ ہے لکھتے ہیں

ولا یکرہ لھن زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل تندب وینبغی کما قال ابن الرفعۃ والقمولی ان تکون قبور سائر الانبیاء والاولیاء کذلك

عورتوں کیلئے قبر نبی کی زیارت مکروہ نہیں ہے بلکہ مندوب ہے اور جیسا کہ ابن رفعہ اور قمولی نے کہا ہے مناسب ہے کہ تمام انبیاء و اولیاء کے قبور کا بھی یہی حکم ہو۔

معلوم ہوا کہ ممانعت زیارت قبور ہوئی تھی مگر منسوخ ہوگئی اب علمائے مدینہ کا تمسک لعن اللہ زائرات القبور سے جس حد تک درست ہو سکتا ہے وہ معلوم ہے یحتجون بالمنسوخ ویظنون انه الناسخ کے یہی مصداق ہیں ۔

(۳) محب طبری ریاض نضرۃ فی فضائل العشرۃ میں لکھتے ہیں ۔

روی ابن النجار فی کتاب الاخبار المدینۃ بسندہ عن عبد الرحمن بن حمید عن ابیہ قال ارسلت عائشۃ الی عبد الرحمن بن عوف حین نزل بہ الموت ان ھلم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی اخویك فقال ماکنت مضیقا علیك بیتك وانی کنت عاھدت ابن مظعون اینا مات دفن الی جنب صاحبہ فیکون علی ھذا قبر عثمان بن مظعون وقبر عبد الرحمن بن عوف فی قبۃ ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فینبغی ان یزار ھناك ۔

ابن نجار نے کتاب اخبار المدینہ میں بسند متصل عبد الرحمن بن حمید کی زبانی اُن کے باپ سے نقل کیا ہے کہ جب عبد الرحمن بن عوف کا وقت موت قریب آیا تو حضرت عائشہ نے اُن کے پاس پیغام بھیجا کہ تم بھی رسالتمآب اور اپنے دونوں بھائیوں (شیخین) کے پاس آ کے دفن ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے گھر میں جگہ تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے عثمان بن مظعون سے عہد کیا تھا کہ ہم میں سے جو بعد کو مرے وہ دوسرے کے پہلو میں دفن ہو اس بناء پر عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی قبر دونوں ابراہیم پسر رسول خدا کے قبہ کے اندر ہیں۔ لہذا یہیں زیارت کرنا چاہیئے ۔

آخری فقرات سے مشروعیت و رجحان زیارت قبہ و قبور پر خاص روشنی پڑتی ہے

(ب) اکثر قبور متبرکہ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو استجابت دعا میں خاص مدخلیت ہوتی ہے اور علمائے اہلسنت کے تصریحات اس کے مثبت ہیں۔

(۱) شیخ مومن شبلنجی نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار میں ملک مصر کے مزارات متبرکہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

قال المقریزی قبر السیدۃ نفیسۃ احد المواضع المعروفۃ باجابۃ الدعاء مصر وذکر بقیۃ المواضع فقال وسجن نبی اللہ یوسف علیہ السلام ومسجد موسی صلوٰۃ اللہ علیہ والسلام و هو الذی بطرا والمخدع الذی علی یسار المصلی فی قبلۃ مسجد الاقدام بالقرافۃ قال ولم یزل المصریین ممن اذا اصابۃ مصیبۃ او لحقتہ فاقۃ او حاجۃ یمضون الی احدها فیدعون اللہ تعالٰی فیستجیب لھم

سیدہ نفیسہ کی قبر ان مقامات میں سے ہے۔ جو قبولیت دعا کے ساتھ مصر میں مشہور ہیں اور مقریزی نے اور مقامات کا بھی تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قید خانہ حضرت یوسفؑ اور مسجد حضرت موسیٰؑ جو مقام مخدع پر ہے اور جو شخص مسجد الاقدام مقام قرافہ میں قبلہ رخ نماز پڑھے اس کے داہنی طرف پڑتی ہے یہ بھی مقریزی نے کہا ہے۔ کہ جب اہل مصر پر کوئی مصیبت پڑتی ہے یا کوئی ضرورت ہوتی ہے تو وہ انہی مقامات میں سے ایک میں جاتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے ۔

(۲) فاضل رشید الدین دہلوی مکاتیب رشیدیہ میں لکھتے ہیں۔

"فی ترجمۃ المشکوۃ للشیخ الاجل محقق الدہلوی قدس سرہ امام شافعی گفتہ است کہ قبر موسیٰ کاظمؑ تریاق مجرب است مراجابت دعا را چہ آن مقام متبرک مہبط برکات و انوار است پس در اکثر اوقات حصول متصور والیضا فی الترجمۃ المذکورۃ سید احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہا و علما و مشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابو العباس خضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی است یا امداد میت کامل گفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی است و من می گویم امداد میت در امور روحانی قوی تر است شیخ ابو العباس گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق و حضرت اوست و نقل در ایں معنی از ایں طائفہ بیشتر از آنست کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت اقوال سلف صالح

کہ مخالف ایں قول باشد ورد کند ایں را بلکہ ازینہا اثبات وے بیشود و کتاب انفاس العارفین تصنیف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کہ از ذکر استمداد ہائیکہ ایشان و پیروان و اساتذہ ایشان از قبور مجامع النور نمودہ اند پراست ملاحظہ باید کرد"۔ اس تحریر سے علاوہ اس کے کہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبور اولیاء کو خصوصیت خاصہ استجابت دعا میں ہوتی ہے یہ معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب ازالۃ الخفا کی تحریریں اس مطلب کے ثبوت میں کافی ہیں اس کے بعد حضرات اہلحدیث کو محل انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بزرگ بانی مذہب اہلحدیث کہے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ مولوی صدیق حسن خاں قنوجی جو خود اہلحدیث کے ایک رکن ہیں اور وہابیت سے بھی حسن ظن رکھتے ہیں اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی مصنف تحفہ اثنا عشریہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں "تخم عمل بالحدیث در حقیقت پدر ایشان دریں سرزمین کاشتہ اند و ایشان آں را برگ و بار بخشیدہ ورنہ در بلاد ہند جز فقہ حنفی ہیچ کس علم حدیث و تمسک بداں در علم و عمل نمی شناخت جزاہ اللہ خیر الجزاء"

(۳) علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں عبداللہ بن احمد طباطبا کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

توفی فی الرابع من رجب سنة ثمان واربعین وثلث مائة بمصر وصلی علیه فی مصلی العید وحضر جنازة من الخلق مالا یحصی عددهم الا الله تعالیٰ ودفن بقرافة مصر الصغریٰ وقبره معروف ومشهور باجابة الدعاء روی ان رجلا حج وفاتة زیارة النبی صلی الله علیه وسلم فضاق صدره لذلك فرأه فی نومه صلی الله علیه وآله وسلم فقال له اذا فاتتك الزیارة فزر قبر عبد الله بن احمد طباطبا وكان صاحب الرؤیا من اهل مصر وحكی بعض من له علیه احسان انه وقف علی قبره انشد اخلفت الهموم علی الناس وقد كانوا بعیشك فی كفاف فرأه فی نومه وقال قد سمعت ما قلت وحیل بینی وبین الجواب والمكافاة ولكن سر الی مسجدی وصل ركعتین وادع یستجب لك رحمه الله تعالیٰ۔

۴ - رجب ۳۴۸ھ میں مصر میں انتقال کیا اور عیدگاہ میں نماز جنازہ ہوئی اور اتنی تعداد لوگوں کی جنازہ پر شریک ہوئی جس کو بجز خدا کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور محلہ قرافہ صغریٰ میں دفن ہوئے اور قبر ان کی معروف قبولیت دعا کے ساتھ مشہور ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص نے حج کیا اور زیارت قبر رسولؐ نہ کر سکا اس وجہ سے دل تنگ ہوا اُس نے خواب میں حضرت رسولؐ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اگر میری زیارت نہیں کر سکا تو عبداللہ بن احمد طباطبا کی قبر کی زیارت کر لے اور اس خواب کا دیکھنے والا مصر سے تھا اور یہ بھی نقل ہے کہ ایک وہ شخص جس پر عبداللہ بن احمد کے احسانات تھے ان کی قبر پر آیا اور یہ شعر پڑھا کہ آپ نے اُن لوگوں کو مصیبت میں چھوڑ دیا۔ کہ جو آپ کی زندگی سے بسلوقات کرتے تھے اس نے عبداللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا جو تم نے کہا۔ مگر میں تمہیں جواب دے نہیں سکتا اچھا تم میری مسجد میں آؤ اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی۔

یہ عبارت علاوہ اس کے کہ قبور کے نزدیک قبولیت دعا کو بتلاتی ہے اسی سے سماع موتی بھی ثابت ہے جس کی نفی پر وہابی مصر ہیں اور درحقیقت صدہا شواہد سماع موتی کو ثابت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے موضوع رسالہ سے یہ مسئلہ خارج ہے لہذا اُن کے تذکرہ کا محل نہیں ہے

(۴) مولوی سید صدرالدین احمد حنفی قادری بوہاری کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضیٰ میں بذیل تذکرہ سید شمس الدین محمد بن علی الحسینی البخاری الشہیر بامیر سلطان رقمطراز ہیں۔

- وفات او بشہر بروسا در سنہ ثلث وثلثین وثمانمائۃ واقع شدہ و مدفون شد در انجا و قبر او در انجا مشہور و مطاف و مزار آں دیار است و برکت می گیرند از و محل اجابت دعا و نزول برکت است"۔ پھر سید احمد بن عبداللہ قریمی حنفی کے متعلق لکھتے ہیں۔

وفات حضرت سید در اوائل دولت سلطان محمد بشہر قسطنطنیہ واقع شدہ ہمانجا مدفون گشتہ قبر او مزار متبرک است و محل اجابت دعا است رحمہ اللہ تعالیٰ"۔

(۵) کتاب اعراس میں سید محمد بن علی الملقب بالفقیہ المقدم الترمی کے حال میں لکھا ہے وفات او شب یکشنبہ سلخ ذی الحجہ سنہ ششصد و پنجاہ و سہ بودہ قبر او بمقبرۂ تریم زیارت گاہ عظیم است و حوائج مردمان را تریاق مجرب است رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ان تمام عبارتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ بعض قبور مقربین بارگاہ احدیت کے ایسے ہوتے ہیں جن پر دعا مستجاب ہوتی ہے اور اس کے نظائر بکثرت ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس وقت تک قبور مقربین پر کوئی امتیازی شان نہ ہو اُن کی معرفت نہیں ہوسکتی۔ تاکہ وہاں دعا کی جاسکے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ قبہ کے ہدم میں کتنے اغراض صحیحہ شرعیہ وعقلیہ کا فقدان ہے جس کے بعد کوئی عاقل اس کو فعل حسن نہیں سمجھ سکتا۔

استدلال کا ایک اور عنوان

عمارت قبور کے جواز کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اہل اسلام اس میں حصہ لیتے رہے حالانکہ ہر زمانہ میں فقہا بھی رہے محدثین بھی رہے قضاہ ومفتین بھی رہے اور علماء کا رسوخ امور شرعیہ میں رہا بھی مگر کسی نے اس سے ممانعت نہیں کی اور روکا نہیں بلکہ خلفاً عن سلف اور جیلاً بعد جیل بناء علی القبر میں اہتمام ہوتا رہا۔ بھلا ایک فعل نامشروع کو کبھی تو فقہا ومحدثین روکتے یا کبھی قضاۃ وارباب فتوے اس کی حرمت کا فتوے دیتے مگر کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جواز کو طے کئے ہوئے تھے اور حرمت سمجھے ہوئے نہ تھے۔ ورنہ اتنے بڑے علما پر جنہوں نے نصرت دین اور اعلائے کلمۃ الحق سے حتی المقدور ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور اکثر اس کی وجہ سے مصائب بھی برداشت کئے (جیسا کہ امام نسائی اور امام مالک وغیرہ کے تذکرہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے) کتمان حق اور اعزاء بالجہل کا الزام آئے گا۔ جو یقیناً حفظ مراتب کے منافی اور اُن کی جلالت قدر کے خلاف ہے۔ یہ عمل مسلمین عصر بعد عصر وزمانہ بعد زمانہ یقیناً حجت ماننا پڑے گا۔ عرصہ ہوا ہم نے روضۂ نبی کی تاریخ کے عنوان سے ایک مقالہ رسالہ الواعظ میں لکھا تھا چونکہ اس مقام سے خاص تعلق رکھتا ہے لہٰذا تتمیم فائدہ کے لئے ہدیہ ناظرین ہے۔

روضۂ نبیؐ

چونکہ اس زمانہ میں روضۂ جناب رسالتمآبؐ پر نجدیوں کے مظالم کے اخبار آرہے ہیں اور بعض لوگ عمارت قبر کے مسئلہ میں غلطان ہیں۔ اس لئے اس موقع پر میں خاص

روضۂ رسالت مآبؐ کی تاریخ کے عنوان سے ایک تبصرہ ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ کس کس زمانہ میں کس کس شخص نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔

کتب تاریخ وسیر وحدیث کے استکشاف اور ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جناب رسالت مآبؐ نے اپنی مسجد تعمیر فرمائی تو اس سے متصل دو گھر بنوائے تھے۔ ایک ام المومنین عائشہ کے لئے اور ایک ام المومنین سودہ کے لئے یہ دونو گھر مثل مسجد کے اینٹوں اور درخت خرما کی لکڑیوں سے تیار ہوئے تھے۔ ام المومنین عائشہ کے گھر کا دروازہ ایک پٹ کا تھا جو عرعر یا ساکھو کا تھا۔ اس کے بعد اور ازواج نبی کے لئے انہی سے متصل سات حجرے بنے تھے یہ حجرہ جو حجرۂ عائشہ کہا جاتا ہے شوال ۲ھ میں بنا تھا یہ تمام حجرے مسقف تھے مگر اتنی نیچی چھت تھی کہ حسن بصری سے نقل ہے کہ میں بچپنے میں جناب رسالتمآبؐ کے گھروں میں جایا کرتا تھا تو چھت کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا تھا۔ یہ حجرہ مسجد سے بالکل متصل تھا اور اتنا متصل کہ خود جناب عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرتؐ مسجد میں معتکف ہوتے تھے تو میں اپنے حجرہ سے اُن کے بالوں میں شانہ کر دیا کرتی تھی (وفاء الوفاء علامہ سمہودی)

جناب رسالت مآبؐ اپنے زمانۂ حیات میں روزانہ ایک زوجہ کے یہاں شب بسر کرتے تھے اور جب وفات ہوئی ہے اس شب کو بروایت بخاری جناب رسالتمآبؐ حجرۂ حضرت عائشہ میں تھے اور وہیں انتقال کیا۔

انتقال کے بعد لوگوں میں اختلاف شروع ہوا کہ رسولؐ کہاں دفن ہوں۔ لیکن بعض صحابہ نے کہا۔ کہ ہم نے رسالت مآبؐ سے سنا ہے کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اُس کی روح قبض ہوتی ہے۔ اس کلیہ پر نظر کرتے ہوئے جناب رسالتمآبؐ کو حجرہ عائشہ میں دفن کیا گیا (ملاحظہ ہو انسان العیون)

اس کے بعد جب خلیفۂ اوّل کا وقت وفات قریب پہونچا تو انہوں نے جناب عائشہ سے وصیت کی کہ مجھ کو جناب رسالتمآبؐ کے پہلو میں دفن کرنا۔ لہٰذا جب اُن کی وفات ہوگئی تو اُن کی قبر رسالتمآبؐ کی قبر سے متصل بنی اس طرح کہ اُن کا سر جناب رسالتمآبؐ کے شانۂ اقدس کے پاس تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

ابھی تک حجرۂ عائشہ میں سوائے لکڑیوں کی اور کسی چیز کی چار دیواری نہ تھی۔ سب سے

پہلے خلیفۂ دوم عمر بن خطاب، نے اس کی بیرونی دیواریں تعمیر کرائیں (دیکھو وفاء الوفاء اخبار دار المصطفےٰ)۔ اس کے بعد جب حضرت عمر کا انتقال قریب پہنچا۔ تو عائشہ کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ کو اجازت ہے کہ میں جناب رسالتمآبؐ اور خلیفہ اوّل کے پاس دفن ہوں۔ جناب عائشہ نے جواب دیا کہ یہ جگہ میں نے اپنی قبر کے لئے اٹھا رکھی تھی۔ مگر عمر کو میں اپنے نفس پر ترجیح دے کے اجازت دیتی ہوں۔ اسی اجازت کی بناء پر حضرت عمر کی قبر بھی ان قبروں کے پاس بنی۔ (تاریخ الخلفاء)

اگرچہ خلیفۂ دوم نے اپنے زمانہ میں حجرہ کی دیوار بنادی تھی مگر ابھی تک مخصوص قبروں کی حفاظت کے لئے حجرہ کے اندر کوئی دیوار نہ تھی۔ جب حضرت عمر دفن ہوئے تو عائشہ کو اس کی ضرورت ہوئی چنانچہ ابن زبالہ نے خود حضرت عائشہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب تک جناب رسالتمآبؐ اور خلیفۂ اوّل میرے حجرہ میں دفن تھے۔ میں بغیر مقنع ڈالے اور چادر اوڑھے اپنے حجرہ میں رہتی تھی۔ مگر جب سے خلیفہ ثانی دفن ہوئے ہیں کپڑوں میں نہاں رہنے لگی یہاں تک کہ میں نے اپنے اور قبروں کے درمیان میں دیوار بنوادی اور بعض مورخین نے بہ ضرورت تعمیر جدار کی بتلائی ہے کہ لوگ قبر کی مٹی لے جایا کرتے تھے لہٰذا حضرت عائشہ نے دیوار بننے کا حکم دیا اور دیوار تیار ہوگئی لیکن اس میں ایک موکھا باقی تھا۔ اس میں سے لوگ مٹی لے جایا کرتے تھے جناب عائشہ نے وہ موکھا بھی بند کردیا۔ اسکے بعد عبداللہ بن زبیر کے عہد تک اس حجرہ میں کسی تغیر کا پتہ تاریخوں سے نہیں ملتا مگر بیان سابق سے صاف واضح ہے کہ رسول کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور رسولؐ کی زبان وحی ترجمان کے الفاظ اپنے کانوں سننے والے صحابہ کی موجودگی میں سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب نے قبر رسولؐ پر بنا قائم کی اور جس حجرہ میں قبر رسول تھی اُس کی دیواریں تعمیر کرادیں اور پھر حضرت عائشہ نے اپنے اور قبر رسولؐ کے درمیان دیوار بنوا کر قبر رسولؐ کے چاروں طرف دیواروں کی بناء قائم کردی۔ اور چھت اُس کی بجائے قبہ کے بدستور قائم رکھی جس سے واضح ہے کہ بناء علی القبور کی نہی تسریہی بھی قبور انبیاء وائمہ سے متعلق نہیں ہے۔

جب عبداللہ بن زبیر کا عہد آیا تو حجرہ کی وہ بیرونی دیواریں جو حضرت عمر بن خطابؓ نے تعمیر کرائی تھیں چھوٹی تھیں۔ عبداللہ بن زبیر نے ان کو اونچا کرادیا (وفاء الوفاء)

پھر جب ولید بن عبدالملک کو اپنے زمانہ میں توسیع مسجد رسولؐ کا خیال ہوا تو اس حجرہ کی دیواریں منہدم ہوئیں اور عمر بن عبدالعزیز کے اہتمام سے پھر تعمیر شروع ہوئی۔ اسی اثناء میں ایک قدم ظاہر ہوا۔ جس کے متعلق اشتباہ تھا کہ کس کا پاؤں ہے۔ عروہ نے کہا کہ یہ رسالتمآبؐ کا پاؤں نہیں ہے عمر بن خطاب کا پاؤں ہے (دیکھو صحیح بخاری)

بہر حال ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز نے ان قبور کے خطیروں کو تعمیر کرایا اور مسجد کی سقف کے نیچے خاص اس حجرہ کی ایک بہت مستحکم چھت تیار کرادی اب ایک عرصہ تک تاریخیں اس حجرہ میں پھر کسی تغیر کے بتانے سے خاموش ہیں مگر یہ تغیرات بھی جو خلفائے بنی امیہ کے ازمنہ میں ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی کسی منکر کا کوئی انکار منقول نہیں ہے۔ حالانکہ ان عہدوں میں بھی اکثر صحابی و تابعی موجود تھے۔ پھر جب خلافت بنی امیہ کا خاتمہ ہو کر خلافت بنی عباس کا زمانہ آیا۔ تو ہارون رشید کی خلافت میں اُس کے ایک گورنر ابوالبنجری کے زمانۂ ولایت مدینہ میں کچھ دھنیاں سقف مسجد کی جو قبر رسولؐ کے اوپر تھیں شکستہ ہوگئی تھیں۔ ابوالبنجری نے تمام مسجد کی چھت کھلوا کے جتنی لکڑیاں ناقص تھیں۔ نکلوا ڈالیں لکھا جاتا ہے کہ ستر لکڑیاں شکستہ ملیں۔ اُن کے عوض نئی دھنیاں داخل کرکے ازسرنو تمام مسجد کی اور اس حجرۂ مقدسہ کی چھت ۱۹۳ھ میں تعمیر کی گئی۔

بعد اس کے بنابر قول ابن نجار متوکل نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے عامل حرمین اسحاق بن سلمہ کو حکم دیا۔ کہ حجرۂ نبیؐ کا سفید پتھر سے استحکام کردیا جائے۔ چنانچہ اُس کے حکم سے تقریباً ۲۴۰ھ میں اس حجرہ کی نیو کو سفید پتھروں سے جن کا نام رخام ہے مضبوط کردیا گیا۔

پھر مقتفی باللہ کے زمانۂ خلافت میں ۵۴۸ھ میں جمال الدین وزیر بنی زنگی نے اس پتھر کی تجدید کی اور نیو کے اوپر بھی ایک قد آدم تک سفید پتھر لگوادیئے۔

اسی کے چند سال کے بعد جیسا کہ بعض مورخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے زمانہ خلافت مستقضی باللہ بن مستنجد باللہ میں ایک دھماکے کی آواز اس حجرہ کے اندر سے آئی اس کی اطلاع خلیفۂ وقت کو دی گئی۔ خلیفہ نے تمام فقہا سے مشورہ لیا۔ سب نے یہ فتوےٰ دیا کہ ایک شخص فاضل مسجد کے خدام میں سے اُس حجرہ کے اندر داخل ہو اور اطلاع حاصل کرے کہ کیا واقعہ

ہے۔ اس مہم کے لئے تمام مسلمانوں نے ایک شخص کو جس کا نام بدر تھا منتخب کیا۔ وہ ایک ضعیف العمر فاضل شخص تھا۔ جو قائم اللیل اور صائم النہار تھا اور بنی عباس میں سے تھا۔ وہ حجرہ شریفہ کے اندر داخل ہوا اور اُس نے دیکھا کہ اندرونی دیوار حجرہ کے مغربی جانب کی گر گئی ہے کچھ اینٹیں مسجد ہی کی مٹی سے تیار کر کے مہیا کی گیئں اور وہ دیوار پھر بنا دی گئی اور جس طرح تھی اسی طرح تعمیر ہو گئی۔ یہ واقعہ بنا بر بعض اقوال تقریباً ۵۰۰ھ ہجری کا ہو گا۔

پھر ۶۵۴ھ میں یہ عظیم واقعہ گذرا کہ شب جمعہ یکم رمضان کو مسجد نبوی میں آگ لگ گئی اور ہر چند اہل مدینہ نے اُس کے بجھانے کی سخت کوشش کی۔ مگر وہ نہ بجھی یہاں تک کہ کوئی لکڑی سقف مسجد کی ایسی نہ رہی جو سالم ہو اور جتنا سامان مسجد کا تھا مثلاً منبر اور دروازہ اور خزانہ، کٹہرے، صندوق اور کتابیں اور پردے سب جل گئے اور اس آتش زدگی کی شدت میں وہ چھت جو حجرۂ نبی میں سب سے اوپر تھی۔ اُس چھت پر گر پڑی جو خاص قبروں پر تعمیر ہوئی تھی اور اُس کے بار سے یہ چھت بھی دونوں چھتیں قبور کے اوپر حجرہ میں گر پڑیں اس عظیم واقعہ کی اطلاع خلیفۂ وقت مستعصم باللہ ابو احمد عبد اللہ بن مستنصر باللہ کو دی گئی اور وہاں سے سامان تعمیر اور کاریگر وغیرہ سب بھیج دیئے گئے اور پھر تعمیر مسجد و روضہ سعل اوائل ۶۵۵ھ میں شروع ہوئی اور پھر ایک چھت کی تعمیر اس حجرۂ مقدسہ پر بہت استحکام کے ساتھ کر دی گئی۔

ابھی تک اس حجرۂ مقدسہ کے اوپر کوئی قبہ نہ تھا بلکہ سطح مسجد پر اُس حجرہ کی مقدار بھر اُس کے گرد ایک خطیرہ نصف قد آدم اونچا اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ تا کہ حجرہ کا امتیاز باقی سقف مسجد سے معلوم ہو۔ لیکن زمانہ بادشاہ منصور قلادون صالحی میں قبہ خضرا کی تعمیر ہوئی ۶۷۸ھ میں یہ قبہ تیار ہوا۔ جو نیچے سے چہار گوشہ اور اوپر سے ہشت گوشہ تھا۔ اس کے اوپر ایک موکھا تھا جس میں سے کوئی نظر کرے تو حجرہ کی داخلی چھت نظر آ سکتی تھی لیکن اکثر مورخین کے کلام سے تصریحاً اس قبہ کے تعمیر کرانے والے کا نام نہیں ملتا۔ ہاں بعض کتب سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس قبہ کو ضریح نبوی پر کمال احمد بن برہان عبد القوی ربعی ناصر قوص نے تعمیر

تعمیر کرایا تھا اور مقصود اس سے تحصیل ثواب تھا۔

اس کے بعد پھر اس قبہ کی تجدید ملک ناصر حسن بن محمد بن قلاوون نے زمانہ سلطنت ملک اشرف شعبان بن حسین محمد میں ۷۶۵ھ میں کرائی۔

اس کے بعد پھر اس حجرہ میں ۸۳۱ھ میں کچھ نقصان پیدا ہوا تھا جس کا ملک اشرف برسبانی نے اسی سال کے ماہ ذی القعدہ میں استحکام کرایا۔ یہ عمارت غالباً کچھ زیادہ مضبوط نہیں بنی تھی۔ لہٰذا چند ہی سال بعد ۸۵۳ھ میں پھر زمانۂ دولت ظاہر حقمق میں اس کی مرمت کی ضرورت ہوئی۔ اس کے بعد ۸۸۱ھ میں خواجہ شمسی امیر جدہ کے ساتھ مدینہ میں وارد ہوئے اور تعمیر کی خدمت کو اپنے متعلق کیا۔ حجرۂ شریفہ کی بیرونی چھت کو تھوڑا سا بلند کر دیا گیا اور قبۂ خضراء کی بعض لکڑیوں میں بھی کچھ نقصان پیدا ہو گیا تھا جس کو شمس بن زمن نے درست کرا دیا ۸۸۶ھ میں پھر مسجد نبی میں ۱۳۔ رمضان کو آگ لگی اس آتش زدگی سے تمام مسجد کو ضرر پہونچا اور قبۂ خضراء جو سب سے بلند تھا وہ بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہا اور منہدم ہو گیا لیکن خاص اُس حجرہ میں کوئی اثر نہیں ہوا جو قبور پر محیط تھا۔ امیر شمس الدین بن زمن کے اہتمام سے پھر اس عمارت کی تجدید ہو گئی اور قبہ تیار کر دیا گیا۔

اس کے بعد ۸۹۲ھ میں یہ قبۂ مطہرہ اوپر سے شق ہو گیا اور ماہران فن معماری کی رائے اس امر پر قائم ہوئی کہ یہ ظاہری ترمیم سے درست نہیں ہو سکتا لہٰذا سلطان شجاعی شاہین جمالی کے حکم سے اس قبہ کی از سر نو تعمیر کی گئی اور سابقہ عمارت سے زیادہ استحکام کو صرف کیا گیا۔ اور عظیم قبہ تیار ہو گیا۔

اس نویں صدی ہجری کے بعد جو تغیرات اس روضۂ رسولؐ میں ہوئے ہیں۔ اُن کو بتانے کے لئے کوئی تاریخ اس وقت میرے پیش نظر نہیں ہے۔

نتیجۂ کلام

اس تبصرہ سے ہمیں اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ ہر عہد میں مسلمانوں کو اس عمارت کی بقاء میں کتنا اہتمام رہا اور ہر زمانہ میں بادشاہان اسلام نے اس کے استحکام میں کیا کیا کوششیں کی

ہیں اور کبھی کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ اس کو بُرا سمجھا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر عہد کے مسلمان اس عمارت کی بقاء کو اچھا سمجھتے تھے اور نجدیوں کے اعمال ہر زمانہ کے مسلمانوں کے طریقہ عمل سے خلاف ہیں۔

ضمیمہ مقام

قبہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہارون رشید خلیفہ عباسی نے تعمیر کرایا تھا چنانچہ جمال الدین بن عقبہ حسنی کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں لکھتے ہیں:۔

لم یزل قبرہ علیہ السلام مخفیا حتے کان فی زمن الرشید ہارون بن محمد بن عبد اللہ العباسی فانہ خرج ذات یوم یتصید وہناک حمر وحشیۃ وغزلان فکان کلما القی الصقور والکلاب علیہا لجأت الی کثیب رمل ہناک فترجع عنہا الصقور والکلاب فتعجب الرشید من ذالک ورجع الی الکوفۃ وطلب من لہ علم بذالک فاخبرہ بعض شیوخ الکوفۃ انہ قبر امیر المؤمنین علیؑ فیحکی انہ خرج لیلا الی ہناک ومعہ علی بن عیسی الہاشمی وابعد اصحابہ عنہ وقام یصلی عند الکثیب ویبکی ویقول واللہ یا ابن عم انی لاعرف حقک ولا انکر فضلک ولکن ولدک

ان حضرتؑ کی قبر پوشیدہ رہی یہاں تک کہ زمانہ ہارون رشید کا ہوا وہ ایک دن بیرون کوفہ شکار کے لئے جو گیا تو کچھ ہرن اور وحشی گدھے وہاں تھے جب شکاری جانور چرخ اور کتے ان پر چھوڑے جاتے تھے وہ سب ہرن ایک ریگ کے ٹیلے پر پناہ لے لیتے تھے سب شکاری جانور پلٹ آتے تھے ہارون رشید کو سخت تعجب ہوا اور کوفہ میں پلٹ کر واقف کار لوگوں کو بلایا اور ان سے اس حقیقت کا انکشاف چاہا۔ بعض شیوخ کوفہ نے بیان کیا کہ یہ قبر امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی ہے ایک شب ہارون رشید علی بن عیسیٰ ہاشمی کو ساتھ لے کر وہاں آیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو علیحدہ کر کے خود اس ٹیلے کے پاس نماز میں مشغول ہو گیا اور روتا جاتا تھا اور کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کے حق کو جانتا ہوں اور آپ کی فضیلت

یخرجون ویقصدون قتلی وسلبی ملکی الی ان قرب الفجر وعلی بن عیسے نائم فلما قرب الفجر ایقظہ ہارون وقال قم فصلّ عند قبر ابن عمک قال وای ابن عمہ ہو قال امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فقام عیسیٰ توضأ وصلّی وزار القبر ثم ان ہارون امر فبنی علیہ قبۃ عظیمۃ واخذ الناس فی زیادۃ والدفن لموتاہم حولہ الی ان کان زمن عضد الدولۃ فنا خسرو ابن ابو الدیلمی فعمرہ عمارۃ عظیمۃ واخرج علی ذلک اموالا جزیلۃ وعین لہ اوقافا۔

کا منکر نہیں ہوں مگر آپ کی اولاد میرے اوپر خروج کر کے مجھے قتل کرنا اور میرے ملک کو چھیننا چاہتے ہیں اسی حالت میں صبح قریب ہو گئی اور اس وقت علی بن عیسیٰ سو رہے تھے۔ ہارون نے علی بن عیسے کو جگایا اور کہا اٹھو اپنے ابن عم کی قبر کے قریب نماز پڑھو انہوں نے کہا کون ابن عم۔ کہا امیر المومنین حضرت علیؑ عیسیٰ نے کھڑے ہو کے وضو کیا اور نماز پڑھی اور زیارت قبر کی پھر ہارون نے حکم دیا اور قبہ اس قبر پر تیار ہو گیا اور لوگوں نے زیارت کرنا شروع کی اور اپنے مردوں کو اس کے گرد دفن کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عضد الدولہ دیلمی کا زمانہ آیا عضد الدولہ نے بہت بڑی عمارت وہاں بنا دی اور بہت سے اموال اس میں صرف کئے اور اوقاف اس کے لئے معین کر دیئے۔

ہارون رشید کے متعلق جلال الدین سیوطی "تاریخ الخلفاء" میں لکھتے ہیں۔

کان یحب العلم واہلہ ویعظم حرمات الاسلام ویبغض المراء فی الدین والکلام فی معارضۃ النص۔

ہارون رشید علم اور اہل علم کا قدردان تھا اور محترم احکام وشعائر اسلام کی تعظیم کرتا تھا اور دین میں ظاہرداری سے نفرت اور نص کے مقابلہ میں کلام سے بیزاری رکھتا تھا۔

اسکے علاوہ یہ عہد وہ تھا جو فقہا ومحدثین وارباب علم سے چھلک رہا تھا اور خود ہارون رشید کے منصب قضاء کے اوپر قاضی ابو یوسف کا قبضہ تھا اور تمام احکام شرعیہ اسی شخص کے چشم وابرو کے اشارے پر تھے۔ ان کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی اور امام مالک بن انس اور ابراہیم بن ابو یحیی استاد امام شافعی وغیرہ بڑے بڑے ائمہ علم وفقہا موجود تھے۔ اگر عمارت قبہ کو یہ علماء حرام سمجھتے تو کبھی ہارون رشید کو اس کی جرأت نہ ہوتی بلکہ عمارت کے

بعد یہ علماء اظہار ناراضگی ہی کرتے مگر ایسا بھی نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ عمارت قبر اُن کی نظر میں کوئی محذور شرعی نہ رکھتی تھی۔

اس کے بعد ہارون رشید کی قبر پر مامون عباسی نے قبہ تعمیر کرایا اور یہ قبہ ۲۰۳ھ میں تیار ہو چکا تھا چنانچہ تاریخ روضۃ الصفاء میں ہے۔

"ابوالصلت ہروی گفتہ کہ روزے پیش رضا رضی اللہ عنہ ایستادہ بودم بامن گفت در ایں قبہ رو کہ قبر ہارون الرشید درانجا است از چہار جانب آن خاک بیار رفتم و خاک آوردم بوئید و بانداخت گفت زود باشد کہ ایں جا برائے من حضر کنند۔"

مامون رشید کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں۔

کان المامون امارا بالعدل فقیہا النفس بعد من کبار العلماء

مامون رشید عدالت کے ساتھ حکم دینے والا اور فقیہ تھا اور بڑے علماء میں اسکا شمار ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ یہ عہد بھی کثرت علماء کے اعتبار سے ممتاز تھا امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور سفیان بن عیینہ وغیرہ اس عصر کے خاص مشاہیر ہیں اور بقول حافظ سیوطی و بعض دیگر مورخین حضرت امام ہمام علی بن موسیٰ الرضاء علیہ و علی آبائہ الصلوٰۃ والسلام کا مامون پر خاص اثر تھا۔ اور امام امر بالمعروف میں کبھی نہیب سلطانی سے اثر نہ لیتے تھے۔ صاحب کتاب روائح المصطفیٰ لکھتے ہیں۔

"امام رضاؑ بمقتضای قل الحق عان کان مرا در نصیحت مامون مبالغہ نمودے و مداہنہ جائز نداشتے چنانچہ روزے امام رضاؑ بخانہ مامون درآمد دید کہ وضوے ساخت و غلامی آب بردست و پای او میریخت فرمود کہ یا امیرالمومنین در عبادت خدای عزوعلا ہیچ کس را با خود شریک مگردان مامون بجہتہ انکار امام رضاء غلام را از ان کار باز داشتہ وضو را با تمام رسانید و نماز گذارد۔"

ممکن نہ تھا کہ عمارت قبور اگر حرام ہوتی تو آئمہ و علماء اُس پر اظہار نفرت و بیزاری نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کی نظر میں عمارت قبر جائز تھی۔

اقوال علما

جب ہم تمام جہات نقلیہ اور استدلالات سے جواز بنائے قبہ کو ثابت کر چکے تو اب بعض اقوال بھی علماء کے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ علماء ہمیشہ سے بنائے قبہ کے جواز کا فیصلہ کئے ہوئے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے۔ صاحب درالمختار لکھتے ہیں۔

ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار۔

قبر پر کوئی عمارت نہ بلند کرنا چاہیئے اور بعض نے کہا ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے اور قول مختار بھی ہے

(۲) ملّا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

وقد اباح السلف البناء علی قبرا لمشائخ والعلماء المشھورین لیزورھم النّاس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔

سلف نے عمارت ابنانیکو مشائخ و علمائے مشہورین کی قبروں پر مباح جانا ہے تاکہ لوگ اُنکی زیارت کریں اور اُس عمارت کے نیچے بیٹھ کے راحت لے سکیں

(۳) ملّا محمد طاہر فتنی مجمع البحار میں رقمطراز ہیں۔

وقد اباح السّلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاھیر لیزورھم النّاس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔

علمائے سلف نے اس کو مباح سمجھا ہے کہ بزرگان دین اور مشہور علماء کی قبر پر عمارت بنائی جائے تاکہ اُن کی زیارت کو لوگ آئیں اور وہاں بیٹھ کے راحت لیں۔

ان دونوں عبارتوں میں اباحت کی نسبت سلف کی طرف دی گئی ہے جو اگر تمام علمائے سلف نہیں تو اکثر علماء ہیں لفظ ضرور ہے۔ معلوم ہوا کہ سلف سے جتنے علماء ہوتے چلے آئے وہ سب عمارت قبور کے جواز کو طے کئے ہوئے تھے اور واقعہ یہی ہے کہ صدر اسلام سے ساتویں صدی ہجری تک تو ہمیں حرمت بناء علی القبر کی تصریح نہیں ملتی لیس ابن تیمیہ حرانی کے بعد سے اُن کے چند اتباع نے اس معاملہ میں بہت شور و غل کیا اور حرمت بناء علی القبر کا نعرہ بلند کیا جو انعقاد و اجماع سلف کے بعد (جیسا کہ ملا علی قاری اور ملا محمد طاہر فتنی کی تحریر کا ظاہر ہے) کوئی اثر نہیں رکھتا اور صدائے بے ہنگام کہے جانے کے قابل ہے

ہدم قبور اور توہین اموات

مولانا عبد الرزاق نے انوار غیبیہ میں تحریر کیا ہے کہ :-

"قبر بمنزلہ جسم کے ہوجاتی ہے پس جو معاملات کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنے میں روح کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنے سے روح کو ایذا ہوتی ہے اور جو معاملات زندہ کے ساتھ کرنے سے باعث فرحت روح ہوتے ہیں پس جو جو تعظیمات کہ حالت حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے ۔ قبور کے ساتھ ان کا حفظ لازم ہے لیکن جو تعظیم ممنوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے ۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشان باقی رکھنے کے درست ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا ۔ کہ جتنے امور زندگی میں باعث توہین و اذیت ہیں وہی بعد موت بھی باعث ذلت ہوتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ کسی کا گھر گرا یا کھود ڈالا جائے یا مسکن گرا دیا جائے ۔ تو اس کی ذلت ہے اور اس کو اذیت اس سے ہوگی ۔ لہٰذا بعد وفات جو ابدی مسکن ہے یعنی قبر اس کی عمارت کا گرانا بھی میت کی توہین ہے ۔ اب ملاحظہ ہو کہ ان نجدیوں نے کیسے کیسے بزرگان دین کی توہین کی ہے اور ابن سعود کے ہاتھ کن کن جلیل القدر افراد کے ہتک حرمت میں شریک ہیں ۔ اکثر مسلمان ان قبور ان قبور کی فہرست سے بخوبی واقف ہیں جن کو ان ظالمین نے صفحۂ دہر سے مٹانا چاہا ہے ۔ میں بعض جلیل افراد کے قبور کی طرف اشارہ کرتا ہوں ۔

روضۂ حضرت ابوطالب و عبد المطلب

پہلے بزرگ وہ ہیں جن کو خداوند عالم نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفٰےؐ کی تربیت کے لئے منتخب فرمایا اور خود مقام امتنان میں ارشاد فرمایا ۔ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی کیا تم کو خدا نے یتیم دیکھ کے پناہ نہیں دے دی مسلمان جانتے ہیں کہ وہ آغوش عطوفت جس میں جناب اقدس الٰہی نے اپنے نبی کریم کو پناہ دی حضرت ابوطالب کا آغوش تھا ۔

ان کے اثبات ایمان کے لئے وہ اشعار کافی ہیں جو مختلف مواقع پر آں جناب نے رسالتمآبؐ کی مدح میں فرمائے ہیں ۔ علمائے اہل اسلام نے ان کے اسلام ثابت کرنے کے لئے کتابیں لکھی ہیں ۔ چنانچہ اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب اس موضوع میں بےمثل کتاب ہے ۔

اور حضرت عبد المطلب کا علو شان ان سے بھی زیادہ واضح ہے اور ان کی جلالت قدر کا ثبوت کئی وجہوں سے ہے ۔

(۱) خداوند عالم نے اپنے نبی طاہر و مطہر کو ان کی صلب میں قرار دیا ۔ رسالتمآبؐ کی طہارت اس حد پر تھی کہ کبھی مگس جسم مبارک پر نہیں بیٹھی ۔ کیونکہ وہ غلیظ مقامات کو اپنی نشست گاہ بناتی ہے ۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم آپ کا مسکن کسی ایسی صلب کو قرار دے جو نجاست کفر سے آلودہ ہو اور اسی تقریر سے حضرت آمنہ کی جلالت قدر بھی واضح ہے ۔

(۲) یہ بزرگ وہ ہیں ۔ جن کے توکل اور پختہ عقیدت نے ابرہہ ایسے سرکش کی سرکوبی کا بیڑا اٹھا لیا ۔ جب اصحاب فیل اپنے غرور جبروت و سطوت میں کعبہ پر حملے کرنے کے لئے چلے اور تمام اہل مکہ نے عبد المطلب سے آکے فریاد کی تو عبد المطلب نے کہا ۔ کہ خدا خود اپنے گھر کی حفاظت فرمالے گا اور اس کے بعد بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ بارالہا آج تو اپنے گھر کی حفاظت فرما ۔ اسی دعا کا اثر تھا ۔ کہ ابرہہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا اور خدائی فوج نے اس لشکر ظالم کو شکست دی ۔

(۳) یہ وہ بزرگ تھے کہ رسالتمآبؐ مقام فخر میں اپنا انتساب اس ذات کی طرف فرمایا کرتے تھے ۔ جو ان کے علو مرتبہ کی دلیل قطعی ہے ۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری ۔

قال البراء عن النبی صلی الله علیه وسلم انا ابن عبد المطلب

براء ابن عازب نے کہا ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ میں لڑکوئی اور نہیں عبد المطلب کا فرزند ہوں ۔

اور حضرت رسولؐ کا مشہور شعر جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سوائے اس کے رسالتمآبؐ نے کوئی شعر نہیں فرمایا ہے اس میں بھی یوں ارشاد ہوا ہے ۔

انا النبی لا کذب ــــــ انا ابن عبد المطلب

جبکہ حضرت ابوطالب وحضرت عبدالمطلب کی جلالت قدر ثابت ہوگئی۔ اُن کی قبر کی توہین کرنا خود ان بزرگواروں کی توہین ہے اور ان حضرات کی توہین اگرچہ خود ہی مخالفت رسولؐ ہے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ عبدالمطلب رسالتمآبؐ کے جد امجد تھے اُن کی توہین رسولؐ کی توہین ہے اور اس جہت سے کہ حضرت ابوطالب عم و مربی رسول اور والد حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ تھے ان کی توہین رسولؐ و وصی رسولؐ کی توہین ہے اور ان حضرات کی ہتک حرمت کرنے والا معلوم ہے کہ اسلام میں کتنا حصہ رکھتا ہے۔ اگر ابوطالب وعبدالمطلب کے فضائل ذاتیہ سے قطع نظر کیا جائے اور اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ وہ قریش کے ایک فرد تھے جب بھی اُن کی توہین کرنا مخالفت رسولؐ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن سعود وہابی نہیں ہے بلکہ اسلام کے ایک فرقہ کا تابع یعنی حنبلی ہے اگر یہ صحیح مانا جائے تو اس امر کے اثبات میں ایسی سند پیش کروں جو حامیان ابن سعود ..... کے مقابل میں آسمان وزمین سے بھی وزن میں گراں ہو۔ ملاحظہ ہو مسند امام احمد حنبل۔

قال رسول اللّٰہ من اھان قریشا اھانہ اللّٰہ۔

رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جو قریش کی توہین کرے خدا اُس کی توہین وتذلیل کرے گا۔

ہر شخص کو معلوم ہے کہ جناب عبدالمطلب اور ابوطالب اعظم سادات قریش ہیں یقیناً ان کی توہین توہین قریش ہے اور توہین قریش کرنیوالے کے لئے اس حدیث میں وعید و تہدید کی صراحت ہے۔

قبر حضرت خدیجہ رضؓ

ان معظمہ کی جلالت قدر ثابت کرنے میں اسلامی کتب تواریخ و احادیث ہم زبان ہیں۔ اور باستثنائے جناب سیدۂ عالم فاطمہ زہرا علیہا السلام یہ معظمہ باجماع امت تمام نساء امت سے افضل ہیں۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن جعفر عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول خیر نسائہا مریم بنت عمران وخیر نسائہا خدیجۃ

عبداللّٰہ بن جعفر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسالتمآبؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین زنان سلف مریم بنت عمران اور بہترین نساء امت مرحومہ خدیجہ ہیں۔

(۲) علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں۔

خدیجۃ بنت خویلد ام المومنین زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوّل امرأۃ تزوجہا واوّل خلق اللّٰہ اسلم باجماع المسلمین لم یتقدمہا رجل ولا امرأۃ قال الزبیر کانت تدعی فی الجاھلیۃ الطاھرۃ۔

خدیجہ دختر خویلد ام المومنین زوجۂ حضرت رسولؐ پہلی وہ عورت ہیں جن سے حضرت نے عقد فرمایا اور باجماع اہل اسلام تمام مخلوق خدا میں سب سے پہلے اسلام لانیوالی ہیں نہ کوئی مرد ان سے پہلے اسلام لایا نہ کوئی عورت۔ زبیر نے کہا ہے کہ یہ معظمہ زمانہ جاہلیت ہی میں طاہرہ کہی جاتی تھیں۔

(۳) اسی کتاب میں یہ حدیث مذکور ہے۔

عن ابن عباس قال خطّ رسول اللّٰہ فی الارض اربع خطوط قال اتدرون من ھذا قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم فقال رسول اللّٰہ افضل نساء اھل الجنۃ خدیجۃ بنت خویلد و فاطمۃ بنت محمدؐ ومریم بنت عمران وآسیۃ بنت مزاحم امرأۃ فرعون۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ رسالتمآبؐ نے زمین پر چار خط بنائے اور پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے لوگوں نے کہا خدا ورسولؐ زیادہ جاننے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ بہترین زنان اہل بہشت خدیجہ بنت خویلد ہے۔ فاطمہ زہراؑ، مریم بنت عمران اور آسیہ دختر مزاحم زوجۂ فرعون ہیں۔

(۴) دوسری حدیث اسی کتاب میں ہے۔

قال رسول اللّٰہ اتانی جبرئیل علیہ السلام فقال یا رسول اللّٰہ ھذہٖ خدیجۃ قد اتتک ومعہا اناء فیہ

رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا یارسول اللّٰہ دیکھیے خدیجہ آپکے پاس آرہی ہیں جن کے ہاتھ میں ایک برتن کھانے یا پینے کی کسی چیز سے مملو ہے جب

ادام او طعام او شراب فاذاهی اتتک فاقرأ علیها السّلام من ربّها و منی وبشرها ببیت فی الجنة من قصب لا صخب فیه ولا نصب۔

وہ آئیں تو ان کو میری طرف سے اور پروردگار عالم کی طرف سے سلام کہہ دیجیئے گا اور ان کو بہشت کے ایک گھر کی خوشخبری دیجئے جو یاقوت سے جڑے ہوئے زبرجد کا ہوگا نہ اس میں ہلاکت ہے نہ تکلیف۔

(۵) صحیح بخاری میں ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدیجہ کا تذکرہ بہت کیا کرتے تھے، اور اکثر گوسفند کو ذبح کرتے تھے اور اس کے ٹکڑے کر کے خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیجتے تھے اور پوچھنے پر فرماتے تھے کہ وہ ایک بے نظیر خاتون تھیں اور خدا نے ان کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔

(۶) علامۂ قسطلانی ارشاد الساری میں لکھتے ہیں۔

قال الشیخ تقی الدین السبکی فالذی نختاره وندین الله بران فاطمة افضل ثم خدیجة ثم عائشة۔

شیخ تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ جو ہمارا مختار ہے اور جس کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ فاطمہ افضل ناس ہیں پھر خدیجہ پھر عائشہ۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ بعد جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بہترین زنان عالم خدیجہ تھیں۔ جبکہ جناب خدیجہ کبریٰ کی جلالت قدر ثابت ہو چکی اور یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ باعث ترویج اسلام ہیں تو ان کی توہین خود اسلام کی توہین ہے اور اسلام کی توہین کرنے والے کا کفر معلوم ہے۔

قبر ابن عباس

طائف میں جو جو مظالم سعودی ہاتھوں سے ہوئے ہیں ان میں سے ایک ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس کے روضۂ مبارکہ کا انہدام ہے جو یقیناً حضرت ابن عباس کی توہین ہے لہٰذا میں اس جگہ ان بزرگ کی جلالت قدر مسلمانوں کی کتابوں سے ثابت کرتا ہوں۔ اسد الغابہ میں ہے۔

انه رأی جبرئیل علیه السلام مرتین ودعاله النبی صلے اللہ علیه وسلم مرتین۔

ان بزرگ نے جبرئیلؑ کی دو مرتبہ زیارت کی اور ان کے لئے دو مرتبہ رسالت مآبؐ نے دعائے خیر فرمائی۔

ان دو مرتبہ کی تفصیل نہیں مذکور۔ ہاں صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

عن ابن عباس قال ضمنی رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم وقال اللّٰهم علّمه الحکمة۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ مجھ کو رسولؐ نے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ بارالہٰا ان کو حکمت تعلیم فرما۔

اسی دعائے رسولؐ کا یہ اثر تھا کہ بڑے بڑے صحابۂ کرام کو مسائل مشکلہ میں ان کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی تھی۔ چنانچہ اسد الغابہ میں ہے

ان عمر کان اذا جائته الاقضیة المعضلة قال لابن عباس انها قد طرت علینا اقضیة وعضل فانت لها ولامثالها ثم یاخذ بقوله

حضرت عمر کے پاس جب سخت مسئلے پیش ہوتے تھے تو ابن عباس سے کہتے تھے کہ ہمارے پاس کچھ سخت مسئلے آگئے ہیں جنکے حل کرنے کے لائق تم ہو پھر ابن عباس کے کہنے پر عمل کرتے تھے۔

اور علامۂ قسطلانی نے ارشاد میں لکھا ہے

ولد بن عباس قبل الهجرة بثلاث سنین بالشعب قبل خروج بنی هاشم منه وحنکه صلعم بریقه وسماه ترجمان القرآن۔

ابن عباس ہجرت کے تین برس پہلے شعب میں پیدا ہوئے تھے۔ قبل اس کے کہ بنی ہاشم اس سے خارج ہوں اور رسالتمآبؐ نے اپنے لعاب دہن سے ان کو سیہ کیا تھا اور ان کا نام ترجمان القرآن رکھا تھا۔

جنت البقیع

یہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب رسول ازواج رسولؐ اولاد رسولؐ اقربائے رسولؐ ائمہ دین۔ ائمہ علم غرض ہر وہ گروہ جو اسلامی نظر سے معزز ہے اور جس کی عظمت مسلمانوں کے لوح دل پر نقش ہے مدفون ملے گا۔ جن میں سے جلیل القدر افراد کی ایک مختصر فہرست میں پیش کروں گا۔

بقیع کی آبادی

۲ھ سے شروع ہوتی ہے۔ سب سے پہلے جن بزرگ کو رسالت مآبؐ نے اس مقبرہ میں دفن کیا وہ حضرت عثمان بن مظعون مخصوص صحابی اور دودھ شریک بھائی حضرت رسولؐ کے تھے یہ بزرگ مہاجرین میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ان کو خود رسالت مآبؐ نے اس مقام پر دفن کیا تھا۔ چنانچہ شمس الدین ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

ھو اول رجل مات بالمدینۃ من المھاجرین مات سنۃ اثنین من الھجرۃ قیل توفی بعد اثنین وعشرین شھرا بعد شھودہ بدرا وھو اول من دفن بالبقیع۔

یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مدینہ میں مہاجرین میں سے انتقال کیا اور آپکی وفات ۲ھ میں ہوئی تھی کہا جاتا ہے کہ جنگ بدر میں شرکت کے بائیس مہینہ کے بعد آپکی وفات ہوئی اور یہ بقیع میں مدفون ہونے والے پہلے شخص ہیں۔

رسالت مآبؐ نے ان کے بقائے مزار میں یہ اہتمام کیا کہ جب دفن کر چکے تو اصحاب کو ایک پتھر کے لانے کا حکم دیا۔ وہ پتھر اتنا بڑا تھا کہ کئی شخص اصحاب میں سے مل کے بھی اس کو نہ اٹھا سکے۔ آخر وہ خود حضرت رسولؐ نے اپنی آستینیں کہنیوں تک چڑھا کے اس پتھر کو اٹھایا اور لا کے قبر حضرت عثمان پر نصب کر دیا اور فرمایا کہ:-

ذالک لاتعلم منہ قبر اخی فادفن الیہ من مات من اھل بیتی (وفاء الوفاء)

یہ پتھر اس لئے رکھتا ہوں کہ یہ میرے بھائی کی قبر کی علامت ہے تاکہ جو میرے اہلبیت میں سے انتقال کرے اس کو انہی کے پاس دفن کروں۔

اگرچہ اس حدیث سے ظاہر نظر میں صرف پتھر رکھنا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو رسولؐ نے قبہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ علت جب منصوص ہو تو جہاں وہ علت پائی جائے حکم کا دامن اس کو شامل ہو گا۔ رسالتمآبؐ نے پتھر رکھنے کا سبب یہ بتلایا کہ یہ علامت قبر ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی ضرورت ہے کہ قبر پر کوئی علامت قرار دی

جائے جس سے صاحب قبر کی شناسائی ہو۔ ظاہر ہے کہ پتھر رکھنا اس فائدہ کے لئے اتنا کافی نہیں جتنا قبہ قائم کرنا پتھر کو ایک قوی اور زور آزما شخص اکھاڑ کر دوسری جگہ لے بھی جا سکتا ہے اور وہ منتقل ہو سکتا ہے اور ادہر منتقل ہوا اور ادھر فائدہ مفقود۔ لہٰذا اس غرض کے پورا کرنے کے لئے پتھر سے زیادہ قبہ مفید ہے اور پتھر رکھنے کا استحسان اس غرض کے لئے ثابت ہوا تو جو شے اس غرض کو اس سے زیادہ پورا کرے اس کا استحسان بدرجہ اولی ثابت ہو گا۔ یہ پتھر اتنا اونچا تھا۔ کہ صحیح بخاری میں اس کے متعلق ہے۔

قال خارجۃ بن زید رأیتنی ونحن شبان فی زمن عثمان وان اشدنا وثبتا الذی یثب قبر عثمان بن مظعون حتے یجاوزہ۔

خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے ساتھی کچھ نوجوان زمانہ عثمان میں کھیلتے تھے تو ہم میں سب سے زیادہ جست اس کی سمجھی جاتی تھی جو عثمان بن مظعون کی قبر کو پھاند جائے۔

شارحین حتی یجاوزہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ من ارتفاعہ یعنی قبر عثمان اتنی بلند تھی کہ اس کو پھاندنا مشکل تھا اور رسالت مآبؐ اس قبر کی زیارت کو جایا کرتے تھے جیسا کہ امام جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی قبرہ بحجر وکان یزورہ۔

حضرت رسول نے ان کی قبر پر ایک پتھر کو علامت دیا اور ان کی قبر کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔

جس قبر کے نشان باقی رکھنے میں رسالت مآبؐ اتنا اہتمام کریں اس کو نجدی برباد کر دیں اور اس کے احترام سے روکیں۔ افسوس یہ بزرگ اتنے جلیل القدر اور محترم تھے۔ کہ رسالت مآبؐ نے ان کی لاش پر بوسہ دیا۔ دیکھئے سنن امام ابن ماجہ۔

عن عائشۃ قالت قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون وھو میت فکانی انظر الی دموعہ تسیل علے خدیہ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے عثمان بن مظعون کا مرنے کے بعد بوسہ لیا اور اس وقت حضرت رسولؐ کے آنسو دونوں رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ تعظیم کی حیثیت سے بوسہ دینا شریعت و سنت رسول سے ثابت نہیں اور ایسا

پر قبر رسولؐ کے بوسہ کو حرام کہتے ہیں اُن کو آنکھیں کھول کے دیکھنا چاہیئے کہ رسالت مآبؐ کا لاش عثمان کو بوسہ دینا دو حال سے خالی نہیں یا بنظر تعظیم و احترام تھا اور بلحاظ محبت و وداد انمیں سے جو بھی باعث ہو ۔ وہ تقبیل قبر میں بھی موجود ہے اس لئے کہ جو محبت کی کشش لاش کی طرف ہوتی ہے وہ ہی بعد وفات قبر کی جانب بھی ہوتی ہے اور جو احترام جسد میت کا ہے وہی سرایت کرتا ہے قبر کی طرف لہذا اگر محبت مجوز تقبیل ہے تب بھی عاشقان قبر رسولؐ کے لئے قبر کو بوسہ دینا جائز ٹھہریگا اور اگر تعظیم اس کا باعث ہے تو بھی رسول کا نظر میں رکھنے والے کے لئے یہ مشروع ہوگا ۔ اُن لوگوں کا ذکر نہیں جن کی نظر میں خود حضرت رسول ہی کا وقار نہ ہو ۔ نعوذ باللہ من ذلک ۔

دوسری قبر جو بقیع میں ہی وہ حضرت ابراہیم پسر رسول خداؐ کی تھی یہ وہ جلیل المرتبہ ہستی تھی جس کے متعلق حضرت رسول کا قول تھا ۔

لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا

اگر ابراہیم زندہ رہ جاتے تو صدیق اور نبی ہوتے

اس روایت کی امام احمد امام ابن ماجہ اور ابن عساکر نے تخریج کی ہے اور صاحب ینابیع المودۃ نے اس کو نقل کیا ہے رسالت مآب نے ان کو عثمان بن مظعون کے قریب ہی دفن کیا اور اس قبر کا بھی نشان باقی رکھنے کیلئے ایک علامت آپ نے قائم کرا دی دیکھو اسد الغابہ علامہ جزری ۔

ان الفضل بن عباس غسل ابراھیم و نزل فی قبرہ ھو و اسامۃ بن زید و جلس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے شفیر القبر قال لذبیر و رش علے قبرہ ماء و علم علی قبرہ بعلامۃ وھو اول قبر رش علیہ الماء ۔

فضل بن عباس نے ابراہیم کو غسل دیا اور قبر میں اُن [illegible] اور اسامہ بن زید نے اور حضرت رسولؐ لب قبر پر بیٹھے زبیر نے کہا کہ حضرت رسولؐ نے اس قبر پر پانی چھڑکا اور ایک علامت قبر پر بنا دی اور یہ پہلی قبر تھی ۔ جس پر پانی چھڑکا گیا ۔

معلوم ہوا کہ یہ بھی قبر انہی قبروں میں سے ہے جن کا نشان باقی رہنا رسولؐ کو مطلوب تھا اور نشان باقی رکھنے کا اعلے ذریعہ قبہ ہے اور قبہ کو گرا کے قبر کو بے نشان کر دینا (جیسا کہ ابن سعود نے کیا ہے) یقیناً حضرت رسالت مآبؐ کے خلاف مطلوب ہے اس کے بعد سے برابر منتسبین رسولؐ کی قبریں یہاں بنتی رہیں جن میں سے جلیل القدر افراد کی مختصر فہرست یہ ہے ۔

(۱) امہات المومنینؓ یعنی ازواج رسولؐ کی قبریں اسی بقیع میں تھیں چنانچہ وقت وفات ام المومنین

عائشہ نے فرمایا کہ مجھ کو وہیں بقیع میں دفن کرنا جہاں میری اور بہنیں (ازواج رسولؐ) دفن ہوئی ہیں چنانچہ اسی وصیت کی بناء پر جناب عائشہ بھی عام روایت کے مطابق جنت البقیع میں دفن ہوئیں ۔

(۲) اصحاب رسولؐ میں سے اکثر افراد اسی بقیع میں دفن ہیں عبد الرحمن بن عوف جو اہلسنت کی روایت کے مطابق عشرہ مبشرہ کے ایک فرد تھے ان کی قبر بھی عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس تھی (دیکھئے ریاض نضرہ فی فضائل العشرہ کی عبارت جو ہم سابقاً درج کر چکے ہیں)

حضرت عبد اللہ بن مسعود جامع و مفسر قرآن انکی قبر بھی اسی بقیع میں تھی (جذب القلوب)

(۳) اقربائے رسولؐ ۔ ان میں سے حضرت عقیل ابن ابو طالب جن سے حضرت رسولؐ کو خاص محبت تھی (جیسا کہ سابقاً عمدۃ الطالب کی عبارت میں گذر چکا) اور ان کے قبۂ قبر کے متعلق محدث شیخ عبد الحق دہلوی جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "در استجابت دعا نزد آں اثرے آمدہ" افسوس ایسے محترم و معزز قبہ کو اہل نجد نے مسمار کر دیا دوسرے حضرت عباس ابن عبد المطلب جنکی جلالت قدر کی یہ حالت تھی کہ جب قحط ہوتا تھا تو خداوند عالم سے لوگ ان کے وسیلہ سے طلب باراں کرتے تھے ۔ علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں ۔

استسقی عمر بن الخطاب بالعباس رضی اللہ عنہما عام الرمادۃ لما اشتد القحط فسقاھم اللہ تعالیٰ بہ و اخصبت الارض فقال عمر ھذا واللہ الوسیلۃ الی اللہ والمکان منہ وقال حسان بن ثابت ۔ سأل الانام وقد تتابع جدبنا ٭ فسقی الغمام بغرۃ العباس ٭ عم النبی وصنو والدہ الذی ٭ ورث النبی بذاك دون الناس ٭ احیی الالہ بہ البلاد فاصبحت مخضرۃ الاجناب بعد الیاس ولما سقی الناس طفقوا یتمسحون بالعباس ویقولون ھنیئاً لك ساقی الحرمین وکان الصحابۃ یعرفون للعباس

جس سال مدینہ میں قحط پڑا حضرت عمر نے عباسؓ کے وسیلے طلب باراں کیا تو خدا نے انکی جہت سے سیراب کیا اور زمین سرسبز و شاداب ہو گئی حضرت عمر نے فرمایا کہ یہی بخدا خدا کی جناب میں وسیلہ و ذریعہ ہیں اور حسان بن ثابت نے اسی واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں ۔ [illegible] نے خدا سے سوال کیا جب قحط سالی کی [illegible] سختی ہو گئی مگر ابر برسا تو عباس کے چہرہ کی طلعت سے جو رسولؐ کے چچا اور انکے والد بزرگوار کے سگے بھائی وہی رسولؐ کے اس قرابت کی وجہ سے وارث ہیں نہ اور لوگ ۔ خدا نے انکی خاطر زمین کو زندہ کر دیا اب وہ سرسبز و شاداب ہو گئی بعد اسکے کہ سخت خشک سالی تھی جب بارش ہو چکی تو تمام لوگ حضرت عباس سے تمسح کرتے تھے (ہاتھوں کو مس کرتے تھے) اور کہتے تھے کہ مبارک ہو آپکو اے حرمین کو سیراب کرنیوالے اور تمام صحابہ حضرت عباس کے فضل کے شناسا تھے اور انکو مقدم سمجھتے تھے اور ان سے مشورہ لیتے تھے اور انکی رائے

فضله ولقد موتر دینا ورنه دیاخذون برایه وکفی شرفا وفضلا انه کان یغیری النبی صلے اللہ علیه وسلم بما امات ولم یخلف من عصابته اقرب منه

پر عمل کرتے تھے اور انکی شرف و منزلت میں یہ بات کافی ہے کہ انکو رسول کا پرسا دیا جاتا تھا اور حضرت نے اپنے پدری رشتہ داروں میں کسی کو ان سے زیادہ قریب نہیں چھوڑا تھا۔

ایسی جلیل المنزلت اور مقرب بارگاہ احدیت ہستی کے بھی مزار اقدس کو نجدیوں نے بے نشان کر دیا۔

(۴) جناب رقیہ جو بنت النبی کہی جاتی ہیں اسی مقبرہ میں محو آرام ہیں (دیکھیے جذب القلوب شیخ عبد الحق)

(۵) حضرت سیدۃ نساء العالمین خاتون جنت النبیہ حوراء فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا۔ کون مسلمان ہے جو ان معظمہ کے احترام میں شک کر سکے۔ علمائے اہل اسلام مریم و آسیہ سے آپ کی افضلیت کے قائل ہیں (دیکھیے شرح صحیح بخاری کی عبارت جو سابق میں گذر چکی)، جلالت قدر کی یہ انتہا ہے کہ خود حضرت رسول تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت ما رأت احدا کان اشبه سمتا و هدیا و دلا وفی روایۃ حدیثا و کلاما برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من فاطمۃ وکان اذا دخلت علیه قام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها فی مجلسه۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو فاطمہ زہراؑ سے زیادہ مشابہ صورت و سیرت میں حضرت رسولؐ سے زیادہ نہیں پایا۔ اور حضرت رسولؐ کے پاس جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو حضرتؐ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ہاتھوں کو لے کے بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔

افسوس ہے کہ ان معصومہؑ نے مدت حیات بھر ایسے مصائب اٹھائے کہ خود فرماتی تھیں

صبت علی مصائب لو انّها صبت علی الایّام صرن لیالیا

اور قبر میں آرام کرنے کے بعد بھی چین نہ ملا اور ظالم نجدیوں نے آپ کی قبر کو نشانہ ظلم و ستم بنایا۔ ان علماء کے تصریحات جو جناب فاطمہ زہراؑ کی قبر کے جنت البقیع میں ہونے کے قائل ہیں درج ذیل ہیں۔

(۱) جلیل القدر عالم شیخ مومن شبلنجی اپنی کتاب نور الابصار میں لکھتے ہیں۔

توفیت رضی اللہ عنہا لیلۃ الثلاثاء لثلاث خلون من شهر رمضان سنۃ احدی عشرۃ وهی بنت ثمان وعشرین سنۃ ودفنت بالبقیع لیلا وصلی علیها علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنه ونزل فی قبرها هو وعلی والفضل بن عباس۔

ان معظمہ نے شب سہ شنبہ ۳ ماہ رمضان کو ۱۱ھ میں انتقال کیا اور آپ کا سن اس وقت اٹھائیس سال تھا اور بقیع میں شب کے وقت دفن ہوئیں اور امیر المومنین حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھی تھی اور کسی نے کہا ہے کہ حضرت عباس نے نماز جنازہ پڑھی تھی اور قبر میں حضرت علیؑ عباس اور فضل اترے تھے۔

اور اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ روزانہ قبر جناب سیدہؑ کی زیارت کو آیا کرتے تھے اور ایک دن جو قبر پر آئے تو قبر سے لپٹ گئے اور یہ چند شعر پڑھے

مالی مررت علی القبور مسلما قبر الحبیب فلم یرد جوابی
یا قبر مالك لا تجیب منادیا املت بعدی خلۃ الاحباب

یہ کیا ہے کہ میں گورستان میں گذرتا ہوں مزار دوست پر سلام کرتا ہوں مگر میرا جواب نہیں ملتا۔
اے قبر کیا ہے کہ تجھ سے کسی پکارنے والے کا جواب نہیں آتا کیا روابط محبت منقطع ہو گئے ہیں۔

اس آواز پر ایک ہاتف غیبی نے یوں جواب دیا۔

قال الحبیب وکیف لی بجوابکم وانا رهین جنادل وتراب
اکل التراب محاسنی فنسیتکم وحجبت عن اهلی وعن اترابی
فعلیکم منی السلام تقطعت منی ومنکم خلۃ الاحباب

سنو حبیب صادق کی زبان حال کہتی ہے کہ میں تمہارا جواب کیونکر دوں باوجودیکہ میں خاک کے انبار کے نیچے ہوں۔
مٹی نے میرے حسن و جمال کو مٹا دیا لہٰذا میرے دل سے تمہاری یاد گویا جاتی رہی اور میری نظر سے میرے اقربا اوجھل ہو گئے
اچھا تو پھر تمہیں بھی میرا اسلام پہنچے اب سلسلۂ محبت میرے تمہارے درمیان میں ٹوٹ گیا ہے۔

یہ پورا واقعہ باوجود طویل ہونے کے اس لئے نقل کیا گیا کہ اس سے پہلے تو زیارت قبر کی مشروعیت ثابت ہے دوسرے یہ کہ قبر جناب سیدہؑ کی زیارت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کیا کرتے تھے جس کی زیارت سے آج ابن سعود نے نشان قبر مٹا کے روک دیا۔

(۲) علامہ شیخ محمد الصبان اسعاف الراغبین میں بذیل تذکرۂ امام حسنؑ تحریر کرتے ہیں۔

مات سنة خمسين على ما عليه الاكثر وقيل سنة تسع واربعين ورجحه بعضهم وقيل غير ذالك ودفن بالبقيع فی جنب امه رضی الله تعالےٰ عنهما۔

سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی جیسا کہ اکثر کا قول ہے اور بعض نے سنہ ۴۹ھ کہا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کو ترجیح دی ہے اور کسی نے کچھ اور کہا ہے اور حضرت بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ (سیدۂ عالمؑ) کے پہلو میں دفن ہوئے

(۳) مورخ مشہور ابو العباس احمد بن یوسف دمشقی بھی تاریخ اخبار الدول و آثار الاول میں بذیل تذکرۂ امام حسنؑ لکھتے ہیں۔ دفن بالبقیع الی جنب امه امام حسنؑ بقیع میں اپنی مادر گرامی حضرت زہراؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۴) سیرت نبی کی مشہور کتاب انسان العیون میں ہے۔

رضی بدفنه بالبقیع فدفن بجانب امه رضی الله عنهما۔

امام حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو بقیع میں دفن کرنے پر راضی ہوگئے پس وہ حضرت اپنی ماں (حضرت سیدہؑ) کے پہلو میں دفن ہوئے

(۵) محدث شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کے بہت سے شواہد کا تذکرہ کیا ہے۔

(۶) مولانا سید صدر الدین احمد بوہاری نے روائح المصطفےٰ میں حضرت سیدہؑ کے حالات میں لکھا ہے "در قبر او اختلاف است بالقطع ہیچکس را معلوم نیست ارجح اقوال در جنت البقیع نزد قبر امام حسنؑ بوده است" بنظر اختصار ان چند تصریحات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(۶) حضرت سبط الرسولؐ امام حسنؑ

کی قبر اسی جنت البقیع میں تھی یہ جناب باجماع مسلمین خلیفۃ الرسولؐ ہیں اور علامہ ابن حجر کا قول مشہور ہے کہ:۔

ان الحسن کان یطالع اللوح المحفوظ فی صغر سنه۔

امام حسنؑ بچپنے ہی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔

بہت سی کتب اہل سنت آپ کے فضائل سے مملو ہیں اور صحاح ستہ کے صفحات میں بھی آپ کے فضائل جگہ لیئے ہوئے ہیں۔

(۷) حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا بخاری میں ہے۔

قال الزهری ما رأت قرشیا افضل من علی بن الحسین رضی الله عنهما وروی نحوه جماعة من السلف منهم سعید بن المسیب وقال بلغنی انه کان یصلی فی الیوم واللیلة الف رکعة الی ان توفی وسمی زین العابدین لکثرة عبادته۔

زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی قرشی علی بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا اور ایسا ہی سلف کی ایک جماعت نے کہ جن میں سے سعید بن مسیب ہیں روایت کی ہے اور سعید کا قول ہے کہ حضرتؑ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ وفات پائی اور کثرت عبادت سے آپ کا لقب زین العابدین ہوا۔

(۸) حضرت باقر علوم الاولین والآخرین امام محمد بن علی علیہما السلام۔ جلالت قدر کی انتہا یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے جابر کی زبانی سلام کہلا بھیجا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ "ابن المدینی والطبرانی رویا عن جابر بن عبد الله الانصاری انه قال للامام الباقرؑ وهو صغیر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسلم علیک فقیل له وکیف ذلک قال کنت جالسا عنده والحسین فی حجره وهو یقبله فقال یا جابر یولد للحسین مولود اسمه علی واذا کان یوم القیامة نادی مناد لیقم زین العابدین فیقوم علی بن الحسین ثم یولد لعلی ولد اسمه محمد فان ادرکته یا جابر فاقرأه منی السلام"

(۹) حضرت صادق آل محمدؐ امام جعفر بن محمد مسلمین متفق الکلمہ اور ہم آواز ہیں علو مرتبہ اور فضیلت میں عمر ابن المقدام کا قول ہے۔

کنت اذا نظرت الی جعفر بن محمد علمت انه من سلالة النبیین (دیکھیے روائح المصطفےٰ)

اور مقتدائے صوفیہ فرید الدین عطار تذکرة الاولیاء میں فرماتے ہیں "اگر صفت او تنہا گویم بزبان وعبارت من راست نیاید کہ در جمیع علوم و اشارات بے تکلف بکمال بود و قدوۂ جملہ مشائخ بود و اعتماد ہمہ بروے بود و مقتدائے مطلق بود وہم الہیان را شیخ بود وہم محمدیان را امام وہم اہل ذوق را پیشرو بود وہم اہل عشق را پیشوا وہم عباد را مقدم بود وہم زہاد را مکرم ہم صاحب تصنیف حقائق بود و در لطائف تفسیر و اسرار تنزیل بے نظیر بود"

یہ تمام ائمہ اہلبیت ایک ہی قبہ کے اندر محو آرام تھے اور اس قبۂ شریفہ کو ظالم ابن سعود نے تباہ و برباد کر دیا اب بعض تصریحات علماء کے خاص اس قبۂ محترمہ کی عظمت و احترام کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

قبۂ اہلبیت کے متعلق علماء کے خیالات

(۱) علامہ ابن حجر عسقلانی صواعق محرقہ میں امام جعفر صادق کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

دفن فی القبة المذکورة فیا لهم من قبة ما اکرمها و ابرکها و اشرفها۔

حضرت اسی قبہ میں جس میں امام محمد باقر دفن تھے دفن ہوئے کیا کہنا اس قبہ کا اتنا محترم و بزرگ مرتبہ و متبرک با شرف یقینہ ہے

(۲) المحدث محمد خواجہ پارسا بخاری جن کا نام اسلامی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں بذیل تذکرہ امام زین العابدینؑ تحریر کرتے ہیں۔

توفی بالمدینة سنة خمس وتسعین وعمرہ سبع وخمسون سنة ودفن فی القبة التی فیها العباس وعم الحسن ثم دفن فیها ابنہ محمد الباقر وابنہ جعفر الصادق رضی اللہ عنهم فللہ درہ من قبة ما اکرمها واشرفها۔

(۳) فصول مہمہ علامہ ابن الصباغ المالکی میں ہے۔

مات جعفر الصادق محمد سنة ثمان واربعین ومائة فی شوال وله من العمر ثمان وستون سنة یقال انه مات بالسم فی ایام المنصور ودفن بالبقیع فی القبر الذی دفن فیه ابوہ وجدہ وعم جدہ فللہ درہ من قبر ما اکرمه واشرفه۔

(۴) اخبار الدول و آثار الاول ابو العباس احمد بن یوسف دمشقی میں بذیل تذکرۂ امام جعفر صادقؑ ہے۔

توفی فی سنة ثمان واربعین ومائة وله من العمر ثمان وستون سنة وقیل انه مات مسموما فی زمن المنصور ودفن بالبقیع فی القبر الذی دفن فیه ابوہ وجدہ وعم جدہ فللہ درہ من قبر ما اکرمه واشرفه۔

(۵) شیخ محمد کمال الدین بن طلحہ شافعی مطالب السئول میں امام جعفر صادقؑ کے حال میں لکھتے ہیں

وقبرہ فی المدینة بالبقیع وهو القبر الذی فیه ابوہ الباقر وجدہ زین العابدین وعم جدہ الحسن بن علی فللہ درہ من قبر ما اکرمه واشرفه واعلی قدرہ عند اللہ تعالیٰ۔

(۶) مولانا سید صدر الدین احمد بوہاری کتاب روائح المصطفےٰ میں رقمطراز ہیں۔

"باید دانست کہ در جنت البقیع قبہ است مشہور بقبۂ عباس کہ دراں قبہ قبر عباس عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم و بقولے فاطمہؑ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بقول فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین علیؑ و حسنؑ بن علیؑ و امام زین العابدینؑ و امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ مدفون اند للہ درہ من قبر ما اکرمہ واشرفہ واعلےٰ قدرہ عند اللہ تعالےٰ"

ناظرین! یہ عبارتیں علماء کی پیش نظر ہیں۔ جن میں باختلاف عبارات اس قبہ اہل بیت کو متبرک اور محترم اور بزرگ۔ اور بلند مرتبہ اور شریف کہا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قبہ کی بنا حرام ہے اور اس کا انہدام واجب ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ایک بنائے حرام واجب الہدم کا ان الفاظ میں تذکرہ علماء کی زبانوں پر زیبا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات قبہ کو واجب الہدم نہ سمجھتے تھے بلکہ محترم و معزز سمجھتے تھے۔ اور افسوس وہی قبہ جس کی شرف و بزرگی و عظمت پر علماء متفق ہوں اس کو ابن سعود نے مٹا دیا اور مندرس کر دیا۔

(۱۰) قبر امام مالک

اسی جنت البقیع میں امام مالک کی بھی قبر ہے اور وہ زیارت گاہ عام تھی۔ علمائے اہل اسلام ہمیشہ اس کو قابل احترام سمجھتے رہے۔ چنانچہ مولوی صدیق حسن خاں قنوجی اتحاف النبلا میں تبدیل تذکرۂ امام مالک لکھتے ہیں۔

"ابن الفرات در تاریخ خود گفتہ توفی لعشر مضین من ربیع الاول وولادت در سنہ نود بود یا نود و پنج و سمعانی گفتہ نود و سہ یا نود و چہار در بقیع مدینہ مدفون شد ند محرر سطور چون سنہ ۱۲۸۲ھ بحضور مدینہ طیبہ بہ شرف اندوز گردید بر مزار مبارک الیشان کہ درون گنبد رفیع است

رسیدہ دعائے ماثور و فاتحہ بخواند و للّٰہ الحمد ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین السراج درمرثیۂ ایشاں گفتہ وگوہر شاہوار معانی، در رشتہ نظم سفتہ۔ ے

سقی جدثا ضم البقیع لمالک من المزن ھرعاد السحائب مبراق

قابل لحاظ یہ امر ہے کہ نواب صدیق حسن خاں خود مذہب وہابیت سے حسن ظن رکھنے والے اور مائل اس کی جانب تھے جس کا پتہ اُن کی تصانیف بھی دیتی ہیں۔ باوجودیکہ اس کے وہ خود اس قبر کو قابل زیارت سمجھتے تھے اور خود تصریح کی۔ کہ میں اس مزار مبارک پر کہ جو بہت بلند ایک گنبد کے نیچے تھا حاضر ہوا اور دعائے ماثور و فاتحہ پڑھا۔

اس بیان مختصر سے ثابت ہوا۔ کہ نجدیوں نے مقابر کے گرانے سے کن کن بزرگان دین کی توہین کی ہے۔

فتوے علمائے مدینہ اور اُس کی رد

عنوان کلام میں ہم نے اجمالی فہرست اس فتوے کے مطالب کی نذر ناظرین کی تھی اس مقام پر اصل فتوے کی عبارت رسالہ حبل المتین کلکتہ سے اور اس کا ترجمہ زمیندار سے نقل کیا جاتا ہے۔

استفتا	سوال
ماقول علماء المدینة المنورة زادھم اللہ فھما وعلما فی البناء علی القبور واتخاذھا مساجد ھل ھو جائز ام لا واذا کان غیر جائز بل ممنوع عنه فھیا شدید افھل یجب ھدمھا ومنع الصلوٰة عندھا ام لا واذا کان البناء فی مسبلة کالبقیع وھو مانع من الا	علمائے مدینہ منورہ زادہم اللہ فہما وعلما قبروں پر عمارت بنانے اور انہیں مسجدیں بنانے کے متعلق کیا فرماتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز بلکہ سخت ممنوع ہے تو کیا ان کا گرا دینا اور ان کے پاس نماز پڑھنے سے منع کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر بقیع کی طرح کے مقبرے میں کوئی عمارت مستحقین کو اپنے جائز حق سے فائدہ اٹھانے میں مانع ہو تو کیا وہ مستحقین پر ظلم ہونے کے باعث واجب الا نتفاع

نتفاع بالمقدار المبنی علیه فھل ھو غضب یجب دفعه لما فیه من ظلم المستحقین	غضب ہے یا نہیں؟ اور جہاں ان قبروں سے جو تمسح کرتے ہیں۔

ے اس سوال میں سخت غلط فہمی پیدا کرنا چاہی ہے کہ جنت البقیع وقف مسبل اور عام ہے اور جو عمارات اس کے اندر ہیں وہ مستحقین کو اُن کے حقوق سے مانع ہیں۔ لہٰذا اُن کا گرانا واجب ہے اور اس بناء پر امام شافعی کی کتاب الام کی عبارت بھی اس مقام پر منطبق ہو جائے گی۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر عمارت قبر کسی وقف عام جگہ میں ہو تو اس کو گرایا جا سکتا ہے لیکن اگر تتبع کیا جائے. تو یہ صرف جہالت یا مغالطہ ہے جنت البقیع میں جو عمارات ہیں وہ کسی وقف عام جگہ پر نہ تھے بلکہ مملوکات تھے افسوس ہے کہ یہ سب خیالات کتب علمائے اسلام سے چشم پوشی اور ناحق کوشی کا نتیجہ ہیں۔ وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن النبیؐ کی قبر اُس گھر میں تھی کہ جو بعد میں ملکیت محمد بن زید بن علیؑ کی طرف منتقل ہوا (اصل عبارت سابقاً گذر چکی) اور اسی قبر کے پاس عثمان بن مظعون کی قبر بھی تھی اور یہیں عبد الرحمٰن بن عوف کی بھی قبر تھی۔ یہ تمام قبریں ایک ہی قبہ کے اندر تھیں۔ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ قبہ مملوک جگہ پر تھا۔ اور وقف مسبل میں نہ تھا۔ اس کے بعد ازواج رسول کا قبہ یہ ملکیت حضرت عقیل بن ابی طالب تھا چنانچہ اسی وفاء الوفاء کی عبارت میں جو سابقاً گذر چکی ہے۔ مذکور ہے۔ کہ جب عقیل بن ابو طالب اپنے گھر میں کنواں کھودنے لگے تو ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا قبر ام حبیبة بنت صخر بن حرب۔ عقیل نے کنواں پٹوا کے اُس کے اوپر ایک عمارت بنوادی۔ اس کے بعد سے اور ازواج رسول اسی قبر کے پاس دفن ہوئیں اور جناب عائشہ نے یہیں دفن کی وصیت کی معلوم ہوا کہ قبۂ ازواج رسول عقیل کی مملوک جگہ پر تھا۔ اب رہ گیا قبہ ائمۂ اہلبیت علیہم السلام۔ تو سابق کی عبارتوں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہی عباس بن عبد المطلب کا قبہ تھا اور قبر عباس کے متعلق جذب القلوب الی دیار المحبوب مصنفۂ محدث دہلوی میں ہے کہ یہ زاویہ دار عقیل میں تھی چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"عباس بن عبد المطلب را نیز نزدیک قبہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم در اوّل مقابر بنی ہاشم کہ در زاویۂ دار عقیل است دفن کردند"

معلوم ہوا کہ قبہ بھی مملوک زمین پر تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تصریحات اس امر کو بتلاتے ہیں کہ یہ قبے

(باقی بر صفحہ ۵۶)

ومنعهم استحقاقهم ام لا؟ وما يفعله الجهال عند هذه الضرائح من التمسح بها ودعائها مع الله والتقرب بالذبح والنذور لها وايقاد السرج عليها هل هو جائز ام لا؟ وما يفعله عند حجرة النبي صلى الله عليه وسلم من التوجه اليها عند الدعاء وغيره والطواف بها وتقبيلها والتمسح بها وكذلك ما يفعل في المسجد الشريف من الترحيم والتذكير بين الاذان والاقامة وقبل الفجر ويوم الجمعة هل هو مشروع ام لا؟ افتونا ماجورين وبينوا لنا الادلة المستند اليها لا زلتم ملجأ للمستفيدين.

اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں ذبیحوں اور نذروں کے ذریعہ سے جو پائے ثواب ہوتے ہیں اور ان پر چراغ جلاتے ہیں کیا یہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور دعا وغیرہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی طرف جو توجہ کی جاتی ہے اس کا طواف کیا جاتا ہے اکو دیئے جاتے ہیں تبرکاً اس پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے اور اس طرح مسجد شریف میں اذان اقامت کے مابین نماز فجر سے پہلے اور جمعہ کے دن جو ترحیم و تذکیر کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ مشروع ہیں یا نہیں۔

بینوا توجروا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

الجواب

نقول وبالله التوفيق اما البناء على القبور فهو ممنوع اجماعا لصحة الاحاديث الواردة في منعه ولهذا افتى كثير من العلماء بوجوب هدمه مستندين على ذلك بحديث علي رضي الله عنه انه قال لابي الهياج الا ابعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم

(جواب)

ہم باستعانت توفیق الٰہی کہتے ہیں کہ قبروں پر عمارت اجماعاً ممنوع ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں صحیح احادیث وارد ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے فتویٰ دیا ہے کہ انکو گرا دینا واجب ہے اور اس فتوے میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ آپ نے ابو الہیاج سے فرمایا کیا میں آپکو اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔

ملوک متقامات پر تھے نہ کسی سبیل اور عام جگہ پر، لہذا جو دعویٰ سبیل اور عام ہونیکا کرے اس کیلئے ثبوت کی ضرورت ہے اور ثبوت اس کا کتب سے کوئی ملتا نہیں۔ علمائے سلف وخلف کا عصر بعد عصر وزمانہ بعد زمانہ ان قبور کے گرانے کا حکم نہ دینا بتلاتا ہے کہ اُن کی نظر میں ان قبوں کے بقا میں کوئی محذور شرعی نہ تھا اور تمام مسلمانوں کا اُن کی بقاء میں اہتمام کرتے رہنا ان کے استحسان کی دلیل قوی ہے ۱۲۔

ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سويته رواه مسلم واما اتخاذ القبور مساجد والصلوة فيها فممنوع مطلقا وايقاد السرج عليها ممنوع ايضا لحديث ابن عباس لعن رسول الله زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج رواه اهل السنن واما ما يفعله الجهال عند الضرائح من التمسح بها والتقرب بها بالذبح والنذور ودعاء اهلها مع الله فهو حرام ممنوع شرعا لا يجوز فعله اصلا واما التوجه الى حجرة النبي صلى الله عليه وسلم عند الدعاء فالاولى منعه كما هو معروف من معتبرات كتب المذهب ولان افضل الجهات جهة القبلة واما الطواف بها والتمسح بها وتقبيلها فهو ممنوع مطلقا واما يفعل من التذكير والترحيم والتسليم في الاوقات المذكورة فهو محدث هذا ما وصل اليه فهمنا السقيم وفوق كل ذي علم عليم

یعنی یہ کہ جہاں کہیں تمثال (مورت) نظر آئے اسے مٹا دو اور جہاں کہیں اٹھی ہوئی قبر نظر آئے اسے زمین سے برابر کردو۔ رواہ مسلم قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان میں نماز پڑھنا مطلقاً منع ہے۔ اور ان پر چراغ جلانا بھی ممنوع ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان میں مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے قبروں سے تمسح کرنا ذبیحوں و نذروں کے ذریعہ سے قرب ثواب طلب کرنا اور اللہ تعالٰے کیساتھ اہل قبور سے بھی دعائیں مانگنا یہ سب باتیں شرعاً حرام ہیں اور قطعاً ایسے افعال جائز نہیں دعا کیوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی طرف منہ کرنا بھی ایسا فعل ہے جس سے روکنا اولیٰ ہے جیسا کہ مذہب کی معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا سب سے افضل ہے رہا حجرہ کا طواف کرنا اور اس سے تمسح کرنا اور اس پر بوسہ دینا تو وہ مطلقاً ممنوع ہے اور اوقات مذکورہ میں جو تذکیر و ترحیم و تسلیم کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ سب بدعت ہیں۔ ہماری ناقص سمجھ نے ہماری اس طرح رہنمائی کی ہے۔ ۲۵۔ رمضان ۱۳۴۴ھ۔

مستند ہدم قبور پر نظر!

اس فتویٰ میں علمائے مدینہ نے قبور گرانے کا متمسک ابو الہیاج کی روایت کو بتایا ہے کہ حضرت

علیؑ نے ان سے فرمایا الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ خبر عمارت قبور گرانے کی کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی چند وجہوں سے۔

(پہلے) یہ حدیث کفار کی قبروں کے متعلق ہے جن کی بقاء سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ نظر الٰہی میں ان کا کوئی احترام نہیں نہ قبور مقربان بارگاہِ احدیت کیونکہ ان کی بقاء سے فوائد خداوند عالم کو مطلوب ہیں جن کا اجمالی تذکرہ سابقاً ہو چکا اور قرینہ اس کا اس خبر میں یہ ہے کہ دو چیزوں کے مٹانے کا ساتھ ساتھ حکم ہوا ہے تصویروں کو محو کر دینا اور بلند قبروں کو برابر کر دینا، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تصویروں کو محو کرنے اور قبروں کے برابر کرنے کا حکم ساتھ ساتھ کیوں دیا گیا ہے۔ ان دونوں میں سے کون سا ایسا ربط ہے جو ایک ساتھ ذکر کرنے کا داعی ہوا۔ اہل بلاغت سے پوچھو کہ عطف میں ربط کی ضرورت ہے ایسی دو چیزیں جن میں کوئی ربط نہ ہو اُن کا عطف مخل لطف بلاغت ہے اور پھر یہاں ان دونوں چیزوں کے ساتھ تذکرہ کے لئے ربط ڈھونڈھنے کی ضرورت ہے وہ اگر غور سے دیکھا جائے تو صحیح بخاری کی ورق گردانی کے بعد ملے گا۔ باب بناء المسجد علی القبر میں مذکور ہے۔ کہ حضرت کے سامنے بعض ازواج نے حبشہ کے ایک گرجا کا تذکرہ کیا۔ کہ اس میں مورتیں رکھی ہوئی تھیں حضرت نے سر اٹھایا اور فرمایا اولئک اذا مات منھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجد ثم صوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ ۔ معلوم ہوا کہ کفار کا طریقہ تھا کہ وہ قبروں پر عمارت بناتے تھے اور اس میں مورتیں قائم کرتے تھے۔ اس کے بعد خبر ابن ابی الہیاج میں مورتوں کے محو کرنے اور عمارت قبور کے گرانے کا حکم ساتھ ساتھ دینا بتلاتا ہے۔ اس کو کہ حکم انہی کفار کے قبور کے متعلق ہے

(دوسرے) خبر کے الفاظ دیکھو ولا قبرا مشرفا الا سویتہ جو قبر بلند ہو اس کو برابر کر دو معلوم ہوتا ہے کہ خود قبر بلند ہو اس کے برابر کرنے کا حکم ہے نہ یہ کہ قبر تو زمین پر مسطح ہو مگر اس کے گرد کوئی عمارت ہو اس کو قبر مشرف نہیں کہہ سکتے۔ درحقیقت یہ اُن قبور کے گرانے کا حکم ہے جو لاٹ کی صورت سے بلند ہوتی تھیں اور تسطیح قبور کی دکہ جو امامیہ اور شافعیہ کا مسلک ہے دلیل ہے اسی وجہ سے جناب علامہ محدث شیخ حر عاملی طاب ثراہ نے اس کو وسائل الشیعہ میں تسطیح قبر کے ذیل میں تسنیم کی رد کرتے ہوئے لکھا ہے اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ خبر اسی کو بتلاتی

اور اس عمارت قبور سے کوئی ربط نہیں ہے۔

قبروں پر مسجدیں بنانا!

دوسری بات اس فتوے میں یہ ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس کا جو کچھ بھی متمسک ہے وہ رسالت مآبؐ کی حدیث لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا القبور انبیائھم مساجد۔ خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا مگر یہ استدلال باطل ہوا ہے۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے قبور انبیاء کو محل سجدہ اور قبلہ قرار دے کر سجدہ کیا چنانچہ ملا محمد طاہر فتنی محدث مجمع البحار میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں۔

کانوا یجعلونھا قبلۃ یسجدون الیھا فی الصلوٰۃ کالوثن واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصدا به الاستظھار بروحه او وصول اثر من آثار عبادۃ الیه لا التوجه نحوه والتعظیم له فلا حرج فیه الا تری ان مرقد اسماعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلوٰۃ فیه افضل اور ظاہر ہے کہ سجدۂ عبادت غیر خدا کو وہ خواہ کتنا ہی جلیل المرتبہ ہو شرک ہے اور کوئی مسلمان اس کو تجویز نہیں کرتا۔ لہٰذا اس کو کوئی ربط موضوع بحث سے نہیں ہے۔

دوسرا مطلب۔ اس حدیث کا وہ ہے جو امام بخاری نے سمجھا ہے اور وہ یہ کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے مقابر انبیا کو کھود کے اُن کی جگہ پر مسجدیں بنا لیں مذمت اس پر ہے کہ انہوں نے انبیا کی توہین کی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ عبارت ہے ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ و یتخذ مکانھا مساجد لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد مشرکین جاہلیت کی قبریں کھود کے ان کی جگہ مسجدیں بنائی جا سکتی ہیں۔ اس واسطے کہ رسالتمآبؐ فرماتے ہیں لعن اللہ الیھود الخ صاحب فتح الباری شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اس بات پر کہ مشرکین کے مقبرے کھود کے اُن کی جگہ مسجد بنائی جا سکتی ہے یوں ہے کہ اس حدیث میں لعنت کی گئی ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے انبیائؑ کے مقبروں کو مسجد بنایا اور انبیا کے ساتھ متبعین انبیا یعنی صلحا و مومنین بھی ملحق ہیں لہٰذا ان کے بھی مقبروں کو کھود کر مسجد بنانا ناجائز ہے لیکن کفار کے مقبروں کو مسجد بنایا جا سکتا ہے دیکھو اگر اس حدیث کے معنی یہ ہوں کہ انبیا کے مقبرے کھود کے مسجد نہ بنانا چاہیئے تو اس کے مفہوم سے کبھی مقابر کفار کھود کے مسجد بنانے کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ

ایک کو دوسرے سے کوئی رابطہ ہی نہ ہوگا اور امام بخاری کا کلام مہمل سا ہو جائے گا معلوم ہوا کہ مطلب اس حدیث شریف کا یہی ہے کہ اب تو یہ حدیث گردن وہابیت کیلئے شمشیر براں ہے کیونکہ مقابر انبیاء کھودنے پر لعنت کی جارہی ہے اگرچہ وہ مسجد بنانے کے لئے کیوں نہ ہو اور رسولؐ اس کو توہین انبیاء قرار دے رہے ہیں تو اگر بغیر غرض مسجد کے انبیاء وائمہ وصلحا کے مقبرے کھودے جائیں تو یہ بدرجۂ اولی رسول کی لعنت میں داخل ہوگا۔

اب رہا مقبرے میں نماز پڑھنا تو اسکی بھی منع تحریمی ثابت نہیں بلکہ جمہور علماء مکروہ تنزیہی ہونے کے قائل ہیں اور امام بخاری نے جواز پر استدلال یوں کیا ہے کہ جب حسن بن حضرت امام حسنؑ کی وفات ہوئی تو اُن کی زوجہ فاطمہ بنت الحسینؑ نے ایک سال تک اُن کی قبر پر قبہ قائم رکھا پھر اٹھا لیا۔ شارحین نے وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ جب سال بھر تک خیمہ وہیں رہا تو ظاہر یہ ہے کہ وہیں نماز بھی پڑھی جاتی تھی اور اس کے علاوہ جیسا کہ محدث فتنی نے کہا ہے حجر اسمٰعیل میں نماز کی فضیلت باوجودیکہ قبر اسمٰعیل وہیں ہے اس کی دلیل قوی ہے کہ قبر پر نماز حرام نہیں ہے دوسرے مقام پر محدث فتنی مجمع البحار میں تحریر کرتے ہیں نهى عن الصلوٰة فى المقبرة هى بضم الباء وبفتحها موضع دفن الموتى وهذا الاختلاف ترابها بصديد الموتى ونجاساتهم فان صلى فى مكان طاهر صحت وكذا ان صلى فى الحمام فى مكان نظيف والنهى مختص بمقابر منبوشة للاختلاط المذكور۔

قبور پر چراغ جلانا

فتویٰ میں مذکور ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا بھی منع ہے اور اس میں استناد کیا گیا ہے حضرت ابن عباس کی حدیث کی طرف لعن رسول اللّٰه زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج غالباً اس حدیث سے تین امر ثابت کرنا مقصود ہیں ایک تو زیارت قبور کی حرمت لیکن سابقاً گذر چکا کہ یہ نہی منسوخ ہو چکی ہے دوسرے اُن پر مسجد بنانے کی حرمت لیکن یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اتخاذ مساجد سے مقصود یہ ہے کہ خود اُس قبر کو قبلہ قرار دے تیسرے چراغ جلانے کا عدم جواز اس کے متعلق محدث فتنی لکھتے ہیں نهى عن الاسراج لانه تضييع مال بلا نفع او احترازا عن تعظيم القبور كاتخاذها مساجد وان كان ثم مسجد وغيره ينتفع فيه للتلاوة والذكر فلا باس بالسراج فيه۔

معلوم ہوا کہ قبر پر کوئی فائدہ اُس کا مثلاً تلاوت قرآن ہیں ہو سکے تو چراغ جلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تمسح قبور

کا جواز بھی عمومات سے ثابت ہو سکتا ہے دور خلیفۂ ثانی میں تمام اہل مدینہ کا جن میں صحابۂ کبار بھی داخل ہیں حضرت عباس کیساتھ تمسح کرنا اسد الغابہ میں بایں الفاظ موجود ہے لما سقى الناس طفقوا يتمسحون بالعباس ويقولون هنيئالك ساقى الحرمين تعظیماً تمسح کرنا تو اس خبر سے ثابت ہے اور جب قبر حضرت رسول بھی واجب الاحترام ہے تو اُس کے ساتھ تعظیماً تمسح کرنے کا جواز قابل انکار نہیں۔

اہل قبور کے ساتھ توسل

علمائے مدینہ کا قول ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ اہل قبور سے بھی دعا مانگنا یہ سب باتیں شرعاً حرام وممنوع ہیں۔ اہل قبور سے دعا مانگنے سے اگر یہ مقصود ہو کہ صاحب قبر کو حاجت براری میں کافی سمجھا جائے اور مستقلاً طلب اُسی سے ہو تو یہ یقیناً خلاف مذہب ہے اور کوئی مسلمان ایسا خیال کر کے دعا نہیں کرتا۔ درحقیقت دعا جو قبور پر کی جاتی ہے۔ تو غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ اس صاحب قبر کو جو بارگاہِ احدیت میں تقرب رکھتا ہے اپنی استجابت دعا کا وسیلہ و ذریعہ قرار دے اور اُن کو واسطہ اپنے اور قاضی الحاجات کے درمیان میں قرار دے اور یہی توسل واستشفاع ہے اور اس کا جواز قبور مقربین کیساتھ سیرت صحابہ و تابعین سے ثابت ہے اس جگہ صرف قبر حضرت رسولؐ سے توسل و دعا کے شواہد کا اجمالی تذکرہ نذر قرطاس ہے۔

(۱) سب سے پہلے ام المومنین عائشہ کا طلب باراں کیلئے قبر حضرت رسولؐ کو وسیلہ قرار دینا تمام کتب سیر میں مذکور ہے مشہور تاریخ بهجة المحافل تصنیف عماد الدین عامری میں ہے ان اهل المدينة قحطوا قحطا شديدا فشكوا الى عائشة فقالت انظروا قبر النبى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فاجعلوا منه كوى الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا شديدا حتى نبت العشب وسمنت الابل

(۲) شرح دلائل الخیرات میں ہے کہ یروی عن افضل الصديقين ابی بكر الصديق يجيئى عند قبر النبى فيقول يا محمد انى توسل اليك حضرت ابو بکر قبر رسول پر آکے کہتے تھے یا رسولؐ اللّٰہ میں آپکی طرف توسل کرتا ہوں۔

(۳) فقیہ حافظ محدث ابن عبد البر النمری القرطبی المالکی نے استیعاب فی اسماء الاصحاب میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے ایک شخص قبر رسولؐ پر آیا اور عرض کیا رسول اللّٰه استسق لامتك فانهم

قد هلكوا۔ اے رسولؐ خدا اپنی امت کے لئے باران کیجیے ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔

(۴) استیعاب میں ہے کہ بصرہ میں بنی عامر کے درمیان میں ایک کھیتی کے متعلق جھگڑا ہوا ابو موسیٰ اشعری کو حضرت عثمان نے اُنکی جستجو کیلئے بھیجا جب ابو موسیٰ پہنچے تو بنی عامر نے یا آل عامر کہہ کہہ کے تمام قوم کو آواز دی۔ اس آواز کے سنتے ہی نابغۂ جعدی اپنے گروہ سمیت نکلے ابو موسیٰ نے پوچھا۔ تم کیوں آئے ہو؟ نابغہ نے کہا کہ میں نے اپنی قوم سے فریاد کی آواز سنی اُن کی نصرت کے لئے آیا تھا یہ سن کے ابو موسیٰ نے نابغہ کو کچھ کوڑے مار دیے۔ . . . . اس وقت نابغہ نے کچھ اشعار کہے جن میں سے دو شعر یہ بھی تھے۔ ؎

فیا قبر النبی وصاحبیه الا یا غوثنا لو تسمعونا
الا صلی الهکم علیکم ولا صلی علی الامراء فینا

نابغۂ جعدی حضرت رسولؐ کے صحابہ میں سے ہیں اور ایسے صحابی کہ جن کے لئے رسولؐ نے دعائے خیر کی تھی اُن کا قبر رسولؐ سے استغاثہ ثابت ہو گیا اس کے بعد اس معاملہ میں گنجائش انکار نہیں ہے۔

یہ تینوں مقام وہ تھے جن سے صحابۂ کبار کا استغاثہ قبور معلوم ہوتا ہے اور سلف کے محدثین بھی استغاثہ قبور کے منکر نہ تھے چنانچہ محدث شیخ عبد الحق دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔

"در ذیل مطالب و فوائد غرائب کہ نزد استغاثہ و طلب از مرقد منور سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم محتاجان و مسکینان را روے نمودہ است۔ اخبار و آثار آمدہ"۔

اور علامہ شمس الدین جزری حصن حصین میں لکھتے ہیں۔ ان لم یجب الدعاء عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی ای موضع یستجاب۔ اگر دعا حضرت رسولؐ کی قبر پر نہ ہوگی تو پھر کس جگہ قبول ہوگی۔

حجرۂ نبی کی طرف توجہ

فتوے میں مذکور ہے کہ "دعا کے وقت نبی کے حجرہ کی طرف منہ بھی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ قبلہ کی طرف رخ کرنا سب سے افضل ہے"۔ یہ قبر نبی کی ناقدر شناسی اور اس بقعہ مبارکہ کے شرف سے جہالت ہے ورنہ علمائے حدیث نے تصریح کی ہے کہ قبر نبی کعبہ سے شرف میں افضل ہے۔ انسان العیون میں علی بن برہان الدین شافعی محدثؒ لکھتے ہیں۔

قام الاجماع علی ان هذا الموضع الذی ضم اعضاءه الشریفة صلی اللہ علیه وسلم افضل بقاع الارض حتی موضع الکعبة المشرفة قال بعضهم و افضل من بقاع السماء یضاحتی من العرش۔

حجرۂ و قبر نبی کا بوسہ

تقبیل قبر کا جواز فرمان رسولؐ سے ثابت ہے فتاوائے عالمگیری و مطالب المومنین و خزانۃ الروایہ میں ہے کہ ایک شخص خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ دروازۂ جنت کی چوکھٹ اور حور العین کی پیشانی پر بوسہ دوں گا حضرتؐ نے حکم دیا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی پر بوسہ دے اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ابوین زندہ نہ ہوں۔ فرمایا قبر کا دونوں کے بوسہ لے لے۔ والدین کی قبر پر بوسہ کا جائز ہونا اس حدیث رسول سے ثابت ہو گیا اور رسول کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے اس لئے کہ ابوین جسمانی تربیت کے متکفل ہوتے ہیں اور مرسل روحانی تربیت کرتا ہے اور روح جسم سے افضل ہے لہذا مربی روح کا حق مربی جسم سے زیادہ ہے جب والدین کی قبر کا بوسہ جائز ہے تو رسولؐ کی قبر کی تقبیل بدرجۂ اولی جائز ہے اور قبر کے ذریعہ سے اس حجرہ میں بھی شرف پیدا ہوگا کہ جو قبور پر محیط ہے۔ مرتبہ شناسان رسول تو قبر رسول کی وجہ سے تمام مدینہ کی خاص تعظیم کرتے تھے۔ اتحاف النبلاء میں مولوی صدیق حسن خاں قنوجی امام مالک کے تذکرہ میں لکھتے ہیں "باوجود ضعف و کبر سن در مدینہ سوار نمی شد و می گفت لا ارکب فی مدینة فیها جثة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مدفونة"۔ سبحان اللہ ائمۂ علم تو مدینۂ رسول میں سوار نہ ہوں۔ اس خیال سے کہ اس زمین میں رسول مدفون ہیں اور اہل نجد خاص اُس قبہ پر جس میں رسولؐ محو آرام ہیں گولہ باری کریں۔

الحمد للہ کہ ہم نے اجمالی طور سے اس فتوئے مردود کی حقیقت کو ظاہر کر دیا اور ثابت ہو گیا کہ ان نجدیوں کے عقائد و افعال بالکل خلاف شریعت و سنت رسول و کتاب ہیں۔

نجدیوں کے عقائد کا کچا چٹھا

اب ذرا ملاحظہ ہو کہ سابقین علمائے اہلسنت کی نظروں میں ان نجدیوں کے افعال و اعتقادات کی کیا حیثیت تھی۔ اور وہ ان وہابیہ کو کیسا سمجھتے تھے غایۃ المرام میں ملا حیدر علی مصنف منتہی الکلام کی تحریر ہے

وہ لکھتے ہیں۔

"واعظین نخلت وہابیہ بالیقین قدم از دائرۂ سنت وجماعت بیرون نہادند وداد اعتزال ورفض وخروج دادند ولنعم ماقیل ؎

واعظ شہر کہ مردم ملکش مے خوانند ۔ قول او یا ہمیں است کہ او آدم نیست

والحمد اللہ کہ ہنوز در مذہب حق چنیں علماء ہستند کہ باحقاق می پردازند۔"

نجدیوں کی بداعمالی

کی یہ حد ہے کہ تیرہ سو برس پہلے ہمارے رسول آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے افعال کی خبر دے چکے تھے اور متعدد مواقع پر بتایا ہے کہ نجد سے فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے۔

عن ابن عمر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنۃ ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسالت مآب مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے بیٹھے تھے کہ فرمایا دیکھو فتنہ ادھر ہوگا۔ جہاں سے قرن شیطان ظاہر ہوگا۔

اور اس قرن شیطان ظاہر ہونیکی جگہ کو دوسری حدیث میں بتایا گیا ہے۔

عن ابن عمر قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان

عبداللہ بن عمر سے روایت کہ حضرت نے دعا کی بارالٰہا ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور ہمارے یمن میں برکت دے لوگوں نے اور ہمارے نجد میں بھی ارشاد ہو پھر حضرت نے فرمایا تو یہی کہ ہمارے شام و یمن میں برکت عطا فرما پھر لوگوں نے عرض کی ادھر ہمارے نجد میں بھی غالباً تیسری حضرت نے فرمایا کہ نہیں وہاں تو زلزلے آئیں گے اور فتنے برپا ہونگے اور اس جگہ سے قرن و غلبۂ شیطان ظاہر ہوگا

یہ اس جماعت سے پیغمبر خدا کی ناراضگی کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔ والسلام۔